

# آرب الخا شعین

مصنّف

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرتب

صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

معاون

صاحبزادہ محمد حماد مسعود

آرب الخا شعین

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



بانی و صدر: صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری ریسرچ آرگنائزیشن (رجسٹرڈ)

0092-345-7681542

پوسٹ بکس 612 فیصل آباد، پاکستان

0092-313-8666611

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مآرب الخاشعین

مصنف

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرتب

صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

معاون

صاحبزادہ محمد حماد مسعود

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری ریسرچ آرگنائزیشن (رجسٹرڈ)

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

- اہتمام اشاعت: حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ ریسرچ آرگنائزیشن (رجسٹرڈ)  
 کتاب کا نام : ما رب الخاشعین  
 مصنف : حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ  
 مرتب : صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری  
 ناشر : حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ ریسرچ آرگنائزیشن (رجسٹرڈ)  
 اشاعت اول : اگست 2015ء  
 تعداد : 500  
 قیمت : 350 روپے  
 سلسلہ اشاعت: 6  
 ملنے کا پتہ : صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری  
 پوسٹ بکس 612 فیصل آباد، پاکستان  
 موبائل : 0092-313-8666611  
 0092-345-7681542  
 متبادل پتہ : مکتبہ اسلامیہ، امین پور بازار کوٹوالی روڈ فیصل آباد

Website: [www.alampuri-research.org](http://www.alampuri-research.org)

Email: [president\\_alampuri@yahoo.com](mailto:president_alampuri@yahoo.com)

[president\\_org@hotmail.com](mailto:president_org@hotmail.com)

انتساب  
متلاشیانِ حق اور طالبینِ تعشق و سالکینِ راہ کے نام

لازم جہل فنانون آیا جاں ایہہ پاویں ناہیں  
 سب پرواز تیرا وچ تیرے خودیوں جاویں ناہیں

## فهرست

صفحة نمبر	عنوان	نمبر شمار
1	تحديث نعت	.1
6	عرض مرتب	.2
14	نذرانه عقيدت بجنور حضرت مولوى غلام رسول عالمپورى رحمة الله تعالى عليه	.3
15	سوانح حيات حضرت مولوى غلام رسول عالمپورى رحمة الله تعالى عليه	.4
26	شجره نسب	.5
27	خطبة الكتاب	.6
29	الركعة الاولى فى ضرورة الصلوة و ضرر تركها	.7
36	الركعة الثانية فى تنقيد الصلوة التى صلاها المصلى	.8
60	القعدة الاولى فى تحقيق الموجبات لتصحيح الصلوة	.9
65	الركعة الثالثة فى اهتمام الصلوة وحفظ اصولها باداء الشروط قبل دخولها	.10
77	الركعة الرابعة فى صفة الصلوة	.11
120	القعدة الاخيرة فى اتمام الرسالة على الاجمال	.12

### تحذیثِ نعمت

الحمد لله والصلوة والسلام على رسوله الكريم وآله واصحابه أجمعين  
 اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم

خوب سمجھ لیجئے علم اسرار الدین کا انکشاف نعم الہیہ میں ہے اور اس کا ظہور ان کے اہل پر ہی ہوتا ہے جو اپنی ذات کو احکام خداوندی کے سامنے برضا و رغبت جھکا لیں اور مالک کی مرضی میں اپنے آپ کو ڈھال لیتے ہیں اور بلا چون و چرا سالک راہ بن کر چلتے جائیں اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ ان پر احکامات کی حکمت کھلنا شروع ہوتی ہے اور ہر امر الہی کی حقیقت ظاہر ہوتی جاتی ہے اور نظام کائنات کا فہم منکشف ہوتا جاتا ہے۔ اسے تجلی حکمت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ حکیمان اسرار الہیہ مقربین خدا ہوتے ہیں کہ جنہیں مالک کائنات اپنے خزانوں کے راز بتاتا ہے۔ انہی میں ایک نام حضرت مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

آپ بحیثیت مصنف عظیم پنجابی منظوم کتاب احسن القصص المعروف بہ (قصہ یوسف زلیخا) کے ہیں اور مولانا صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اور چودھویں کے چاند کی طرح علمی دنیا کے آسمان پر چمک رہے ہیں مگر آپ کی ایک کتاب لاجواب مستطاب بنام مآرب الخاشعین موضوع نماز بے نظیر و بے مثال بھی ہے۔ جس کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے جو نماز کے اسرار و رموز پر آپ کے قلم حقیقت رقم سے ظاہر ہوئی ہے۔ جس میں نماز اور اس سے متعلق امور پر بحث

فرمائی گئی ہے۔ جس کی نظیر میں عربی میں فتوحات مکیہ، احیاء علوم الدین اور حجۃ اللہ البالغہ کو رکھا جاسکتا ہے۔

ہر ہر لفظ سے علم کے معارف پھوٹتے ہیں اور ہر ہر سطر علم کا ایک دریا ہے۔ احسان (تصوف) کی منزلیں کیسے طے ہوتی ہیں وہ اس کتاب کا قاری بعدِ مطالعہ ہی محسوس کر سکتا ہے۔ مگر اس میں شرط قاری کا ذوقِ سلیم، علم صحیح، عملِ خالص، رسا ذہن، اخاذ دماغ، قلبِ خاشع کا ہونا ہے۔ ورنہ سب عمل عبث ہوگا۔ مگر کوئی طالب علمانہ اور عاجزی سے کسی مرشدِ کامل سے اسے سبقاً سبقاً سمجھ لے تو بعید نہیں، خود مرشدِ کامل ہو جائے اور دوسروں کے لئے مشعلِ راہ ہو جائے۔ حضرت مولانا مرحوم نے فنونِ عقلیہ اور علومِ نقلیہ سے کام لیتے ہوئے اسرارِ نماز کے جو انکشافات فرمائے ہیں۔ وہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ پر علمِ لدنی کی بارش ہوتی تھی یہ عجائب و غرائبِ نکات سے بھری کتاب ہے کہ جس میں جا بجا تجلیاتِ علم اور انوارِ حکمت بکھرے ہوئے ہیں اور ان سب کو ایک لڑی میں پرو کر علوم و معارف اور اسرار و رموزِ نماز کی ایک حسین مالا تیار کر دی ہے کہ جس سے سالکِ راہ کے قلب میں وارد شہواتِ دنیا اور دماغ میں وارد شبہات و وساوس کا تدارک ہوتا ہے اور واضح ہوتا ہے کہ احکامِ الہی حکمت سے خالی نہیں بلکہ ہر حکم کی من و عن تعبیل سے انسانوں کو فائدہ ہے اور بعدِ مطالعہ کم علموں کے قلوب کو تسکین ہوتی ہے اور شرورِ نفس اور شیاطینِ مردود سے محفوظ رہنے کی ایک ڈھال ہاتھ آتی ہے اور مذکورہ



بالادونوں کا ہر وار خالی جاتا ہے۔ فریب و میکدہ نفس و شیطان سے امن حاصل ہوتا ہے اور خشوع کی دولت ہاتھ آتی ہے اور خضوع کا مال ملتا ہے جو کہ دین محمدی ﷺ کا حاصل ہے۔

احادیث صحیحہ میں ایک دعا جناب رسول کریم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ اللہم انی اسألک علماً نافعاً قلباً خاشعاً و عملاً متقبلاً اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں فائدہ بخش علم، متواضع قلب اور مقبول عمل کا۔ اگر قاری اس کتاب کا بعدِ مطالعہ عمل خالص شروع کر دے تو اس دعا کے اثرات و ثمرات سمیٹ لیتا ہے۔ علم نافع جو کہ دورانِ مطالعہ حاصل ہوتا جاتا ہے۔ قلب متواضع جو کہ بعدِ علم نافع کے حاصل ہوتا ہے۔ مقبول عمل جس کی تحصیل مذکورہ دو کے بعد لازم ہوتی ہے ان شاء اللہ عزوجل کی رحمت کے بھروسے و توکل پر۔ مذکورہ تینوں دولتیں دنیا و آخرت سے متعلق ہیں جو کامیابی کی ضمانت ہیں۔ پس قاری کو چاہئے کہ اس کتاب سے مستفید ہونے کے لئے طہارت ظاہری مکمل اختیار کرے۔ صدقِ مقال اور اکل حلال پر سختی سے کاربند ہو جائے اور خلوصِ قلب سے طالبِ علم و سالکِ راہ بن کر پڑھے اور یقیناً فیضانِ ازل سے ہر وہ چیز سمجھے گا جو وہ چاہے گا۔ واللہ المستعان العالی

یہ کتاب مجھے اپنے مرحوم استاد بزرگوار حضرت مولانا مفتی اسحاق متونی (28 اگست 2013ء) کے ذریعے سے میسر آئی جن کی صحبت کے قریباً 20 سال

میں حضرت مولانا غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علوم سیکھنے کا موقع ملا۔ استاد مرحوم، جس وارفستگی سے حضور مولانا غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار پڑھتے تھے اُس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ اس کتاب ماآرب الخاشعین کا قلمی نسخہ قدیم خط میں بغرض تفہیم و تسوید کے لئے آپ کے پاس آیا۔ آپ نے یہ ذمہ داری مجھے سونپی اور دُعادی کہ میں اسے سرانجام دے سکوں۔ کتاب کو پڑھا تو دماغ روشن ہوا۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور قلب منور ہو گیا۔ میں نے کتاب کو جس دلجمعی اور محنت سے پڑھا اُس کے احوال سے خداوندِ عالم آگاہ ہے اور جزا بھی اُسی پر چھوڑ رکھی ہے۔ مرحوم استاد نے جو رہنمائی کی اور مدد دی اور عبارت سمجھائی اُس کی جزا میں وہ ضرور جنت کے مزے لوٹتے ہوں گے۔ ان شاء اللہ (افسوس آخری مشورہ اُن کی وفات سے دو دن قبل اسی کتاب کے بارے میں ہوا مگر وہ اس کی طباعت نہ دیکھ سکے)

ارادہ ہے اس کتاب کی شرح تقریر اُریکارڈ کروادوں مگر صاحبانِ ذوق سلیم کا حلقہ درکار ہے اور جناب صاحبزادہ مسعود احمد حفظہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ مسعود احمد حفظہ اللہ کو جو توفیق دی ہے اور فضل و کرم کی بارش ان پر کر دی شاید یہ اُس سے خود بھی واقف نہ ہوں کہ وہ علوم حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا احیاء فرما رہے ہیں اور جس محنت سے یہ کام تن تنہا کر رہے ہیں وہ ان کا ہی حصہ ہیں باوجود یہ کہ وہ خود بیمار ہیں اور عمر کے اُس حصہ میں

ہیں کہ جہاں حوصلے شکستہ ہو جاتے ہیں۔ مگر اُن کو کام کرتے دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ رحمتِ الہی کی وصیت میں کام کر رہے ہیں۔ اندورن و بیرون ملک اس کام کی نوعیت کے مطابق ایک بڑے ادارے کی ضرورت ہے مگر وہ اپنی ذات میں خود ایک ادارہ بن کر کام کر رہے ہیں۔ گویا اس کام کے لئے اُن کو جن لیا گیا ہے۔ اور مبارکبار کے مستحق ہیں کہ کتاب طبع ہو کر عام مخلوق کے لئے فائدہ مند ہو رہی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

احقر العباد

کاشف علی عفاہ اللہ عنہ

## عرضِ مرتب

ہر کام کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اس لئے بعض اوقات تمام وسائل ہوتے ہوئے بھی کچھ کام اپنے انجام تک نہیں پہنچ پاتے۔ 1990ء سے لیکر اب تک عظیم صوفی شاعر سرتاج اولیاء سلطان العارفین حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت، کلام، کتب اور مزار اقدس سے منسلک دیگر کام اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کروائے جن میں موضع عالمپور، تحصیل دسوہہ، ضلع ہوشیار پور، انڈیا میں آپ کے مزار اقدس کی تعمیر کا شروع کرنا اور وہاں مزار اقدس کی کچھ غصب شدہ زمین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مولوی صاحبؒ کے طفیل سے واگزار کرانا بھی اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں لکھا تھا اور میری ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا رہی ہے کہ مولوی صاحبؒ کے کلام کی اشاعت اور مختلف زبانوں میں اُس کے تراجم، مزار اقدس کی تعمیر سے لیکر اُن کی شخصیت سے متعلق تمام امور کے سرانجام دینے کی توفیق، طاقت اور فہم عطا کر۔ اللہ تعالیٰ کا انتہائی عاجزی کیساتھ میں شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ راقم الحروف نے 30 نومبر 1990ء کو حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ اکیڈمی کی بنیاد رکھی اور اس کو باقاعدہ رجسٹرڈ کروایا بعد ازاں 2011ء میں اس کے نام میں تھوڑی سی تبدیلی یعنی اکیڈمی کی جگہ ریسرچ آرگنائزیشن کر دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم الحروف نے ہندوستان میں بھی حضور مولوی صاحبؒ

کے مزار اقدس موضع عالمپور میں بھی ”حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری“ ٹرسٹ“ رجسٹرڈ کروادیا ہے۔ حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری کے حالات زندگی اور کلام پر راقم الحروف کی دو کتب شائع ہو چکی ہیں پہلی کتاب ”ڈونگھے راز“ (مولوی غلام رسول عالمپوری اک مطالعہ) کے نام سے حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری اکیڈمی کی جانب سے 1999ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں مولوی صاحب کے بارے میں پاکستان اور ہندوستان کی اہم شخصیات کے مضامین شامل ہیں۔ اس کتاب کو پاکستان اور ہندوستان کے علمی و ادبی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی جبکہ میری دوسری کتاب ”پاکستانی ادب کے معمار: مولوی غلام رسول عالمپوری شخصیت اور فن“ اکادمی ادبیات پاکستان نے 2011ء میں شائع کی ہے اور یہ کتاب انڈیا میں 2014ء میں ”لینگلوج ڈیپارٹمنٹ پنجاب“ کے ڈائریکٹر جناب جیمن سنگھ صاحب نے ادارے کی طرف سے گر مکھی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کر دی ہے اور اس کی تقریب رونمائی 15 مارچ 2014ء میں پریزیڈنسی ہوٹل، ہوشیاپور میں ہوئی جس میں راقم الحروف نے بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی۔ مئی 2013ء میں عظیم صوفی شاعر حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری کی سات نایاب تحریریں تین کتب کی صورت میں جن کو میں نے مرتب کر کے اپنی تنظیم حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری ریسرچ آرگنائزیشن کی جانب سے شائع کیا ہے۔ قبل ازیں مئی 1962ء میں محمد عالم کپور تھلوی مرحوم نے

متذکرہ بالا تحریروں کو اکٹھا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا اور اس کا نام ”ست پھل“ رکھا لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ مولوی صاحبؒ کی تحریروں کو ان کے اصل نام سے شائع کیا جائے۔ ”چٹھیاں“ چونکہ اپنے نام سے معروف تھیں لہذا ان کو اسی نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ کی تحریر کردہ تین تحریروں ”سی حرنی سسی پنوں، سی حرنی چوپٹ نامہ اور پندہ نامہ“ کو راقم نے اکٹھا کر کے ”در دگسالے“ کا نام دے کر شائع کر دیا ہے۔ اسی طرح ”حلیہ شریف صلی اللہ علیہ وسلم“ بھی اپنے نام سے الگ سے شائع کر دیا گیا ہے۔ میں نے ان کو از سر نو ترتیب دیا جو اشعار کم تھے ان کو پورا کیا کتابت کی غلطیوں سے پاک کیا اور مشکل الفاظ کے معنی بھی درج کر دئے ہیں۔ اسی طرح مولوی صاحبؒ کی دستیاب تمام کتب کو کمپوز کروالیا گیا ہے اور اب وہ اشاعت کے مراحل میں ہیں۔ دستیاب کتب کے الفاظ اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ 1947 میں تقسیم ملک کے دلخراش لمحات میں جب لوگوں کو بد قسمتی سے اپنا قدیم وطن ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی تو میرا خاندان بھی اپنی تمام جمع پونجی وہیں چھوڑ کر صرف عظیم صوفی شاعر حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ کے قلمی نسخوں سے بھر ابکس اٹھا کر اپنے گاؤں سے باہر نکل کر ابھی گاؤں کے ساتھ بہتے ہوئے برساتی نالے جسے (بئیں) کہا جاتا ہے پر پہنچا تھا کہ سکھوں نے حملہ کر کے دیگر جانی نقصان کے علاوہ کتابوں سے بھر ایہ بکس بھی چھین لیا۔ اس لئے اب جو کتب کسی ذریعے سے مجھ تک پہنچی ہیں وہ عوام

تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پھر اس عاجز بندے کو یہ توفیق حاصل ہوئی کہ عظیم صوفی شاعر سرتاج اولیاء سلطان العار فین حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ کی حیات مبارکہ اور کلام کے بارے میں تقیاً 3,000 صفحات پر مشتمل ایک ویب سائٹ (اردو اور انگریزی زبان میں) 2004ء میں تیار کروا کر جاری کر دی گئی اس ویب سائٹ میں مولوی صاحبؒ کے بارے میں تمام معلومات، ان کی دستیاب تمام کتب کو ویب سائٹ پر دے دیا گیا ہے جبکہ مولوی صاحبؒ کی حیات اور فکر و فن پر لکھے گئے اردو، پنجابی اور انگریزی مقالات و منظومات کا مفصل جائزہ بھی فراہم کر دیا گیا ہے نیز مولوی صاحبؒ کے مزار اقدس اور ان کے بارے میں منقحہ سیمینارز، تقاریب اور دیگر یادگاری تصاویر، وڈیو ریکارڈنگ بھی ویب سائٹ میں شامل ہیں۔ آرگنائزیشن کے قیام، اغراض و مقاصد، دستور، عہدیداران اور مجلس عاملہ کے ارکان کے بارے میں بھی تمام معلومات ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔ عظیم صوفی شاعر اور عظیم مبلغ اسلام حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ کی تصانیف کی صحیح تعداد آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکی اس کی وجہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں تاہم جو کتابیں منظر عام پر آئی ہیں ان میں ان کی اردو و نثر میں دو کتب موجود ہیں ایک ماآب الخاشعین اور دوسری مسئلہ توحید ہے۔ ماآب الخاشعین اردو و نثر میں ان کی عالمانہ تالیف ہے جو انکے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے کی شکل میں موجود ہے۔ البتہ مسئلہ توحید انکے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ تو نہیں ہے لیکن بہت پہلے

یہ چھپتا رہا ہے اور بعض احباب نے اسے نقل بھی کر رکھا ہے۔ تاہم میں نے دور دراز کے سفر کیے۔ مولوی صاحبؒ کے چاہنے والوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور بعض حضرات بذاتِ خود مجھے ملنے کے لیے میرے پاس تشریف لائے تو مسئلہ توحید کے کچھ مطبوعہ اور کچھ نقل شدہ نسخے مجھے ملے ہیں۔ تاہم زیرِ نظر کتاب ماآرب الخاشعین کے بارے میں مولوی صاحبؒ اپنا تعارف یوں کرواتے ہیں "بندہ ظلوم و جہول احقر غلام رسول احسن اللہ الیہ بحسن القبول متوطن عالمپور" کتاب کا نام تاریخی ہے فرماتے ہیں "بلحاظ حسن التقاول و برعایت تطابق عام التصنیف اس کا نام ماآرب الخاشعین مقرر ہوا" ماآرب الخاشعین سے 1305 کے اعداد برآمد ہوتے ہیں جو 1887 سنہ عیسوی کے برابر ہیں۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں نہایت عالمانہ انداز میں مستزماۃ نماز سے بحث کی گئی ہے اور کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اُردو میں کتاب تالیف کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں "تقلید زبان اُردو کا باعث یہ ہے کہ اس دیار کے سعادت مند ان ازلٰی کو مایہ علمی کمتر ہے وہ بھی اسکے استفادہ سے بالکل بے بہرہ نہ رہیں اور علمائے بیدار دل کو خود مجھ سے بے سرو سامان کے تیقظ کی احتیاج نہیں۔" حضرت مولوی صاحبؒ نے بڑی سادہ زبان استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں "تکلفات و عبارت آرائی و رنگینی فقرات سے اجتناب کیا گیا کہ خارج مقصد ہے و باعث صرف توجہ الٰی غیر المطلوب" اسکے باوجود حضرت مولوی صاحبؒ کو یہ احساس ہے کہ اس طرح



کی زبان شاید بہت سے آدمی نہ سمجھ سکیں اس لیے انہوں نے مشورہ دیا ہے فرماتے ہیں "اس میں بسبب نہایت اختصار التزام سلاست لغت عمل میں نہیں آیا تو کوئی شائق قلیل البضاعت کسی فائق جلیل الاستطاعت سے اسکے بعض اغلاق لفظی یا معنوی کا استکشاف کرے تو مبہمات و جملات کی شرح و تفصیل سے محظوظ و کامیاب ہووے" کتاب کی دینی اہمیت موضوع سے واضح ہے اور اس لحاظ سے اُس زمانے میں پنجاب میں لکھی جانے والی اُردو کا شاہکار بھی ہے۔ کتاب میں اندازِ بیان ، تراکیب اور محاورات مولوی صاحبؒ کے زمانے کے ہیں۔ ماآرب الخاشعین کا قلمی نسخہ تو میرے پاس موجود تھا لیکن اس کی کمپوزنگ میں اہم مرحلہ قرآنی آیات کو نمبر لگانا اور بیان کی گئی احادیث و اقوال کا جائزہ لینا پھر یہ بھی ذہن میں آیا کہ مشکل الفاظ کے معنی بھی ساتھ دے دیئے جائیں یا اس کی مختصر شرح کر دی جائے لیکن اس سارے کام کیلئے بہت وقت درکار تھا اسلئے یہ فیصلہ ہوا کہ فی الحال اسکو اصل شکل میں شائع کر کے ناظرین تک پہنچا دیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کام کیلئے ایک ماحول بن گیا اور ذہن تیار ہو گیا۔ 2013ء کے آخر میں ماآرب الخاشعین کی کمپوزنگ کا کام شروع ہوا اسی دوران دو تین بار مجھے ملک سے ایک ایک ماہ کیلئے باہر جانا پڑا لیکن اس کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ جاری رہی حتیٰ کہ 2015ء کا سال آگیا۔ اب چونکہ ماآرب الخاشعین کو شروع کئے دو سال کا عرصہ بیت چکا تھا اندرونی و بیرونی معاملات کی وجہ سے حالات اور ماحول ناسازگار تھے اسلئے

چاہتے ہوئے بھی اُس کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی تھی۔ 23 مئی 2015ء کو ایک بار پھر مولوی صاحبؒ کے مزارِ اقدس ہندوستان سے واپسی پر پھر ذہن اس کام کیلئے تیار ہو اور کوئی چھٹی بار پروف ریڈنگ کے مراحل سے گزر کر ماآرب الخاشعین اشاعت کیلئے تیار ہو گئی اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے یہ مشکل کام آسان ہو گیا اور پایہ تکمیل تک پہنچا۔ ماآرب الخاشعین کی پروف ریڈنگ میں بہت محنت اور احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس کارِ خیر میں میرے ساتھ مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم اور اُنکے شاگردِ خاص کاشف حسین صاحب کا خصوصی تعاون رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد اسحاق مرحوم پر رحمت فرمائے اور اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔ کاشف حسین صاحب کو اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ زندگی عطا فرمائے اور اس نیک عمل کی وجہ سے حضرت مولوی صاحبؒ کے طفیل اُنکی زندگی کو آسان بنائے۔ اس کتاب کو کمپوز کرنے کی ذمہ داری محمد خرم شہزاد صاحب نے ادا کی۔ انہوں نے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اللہ تعالیٰ اُنکی زندگی کو آسان بنائے اُنکو اس نیک کام کی بدولت کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ میں پورے یقین سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں نے برصغیر میں اس موضوع پر اپنے مطالعہ میں اتنی اعلیٰ کتاب نہیں دیکھی۔ میرے ایک عزیز ترین دوست محمد آصف صاحب جو بذاتِ خود نمود و نمائش کے قطعاً قائل نہیں ہیں لیکن میں نہیں چاہتا کہ اس کارِ خیر میں جو حصہ انہوں نے ڈالا ہے اُس کا

ذکر نہ کروں۔ آپ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں بسلسلہ ملازمت فیصل آباد میں کافی عرصہ سے مقیم تھے اور حسن اتفاق سے اُن کا سُسرال بھی یہیں اقامت پذیر ہے۔ محمد آصف صاحب کی خواہش تھی کہ اس کتاب کے تمام اخراجات وہ اور ان کے ہم زلف عمر حبیب لودھی صاحب بطور ہدیہ ادا کریں گے لہذا ہم نے اس کتاب کا تخمینہ لگوا یا اور وہ رقم انہوں نے میرے پاس جمع کروادی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دینی و دنیوی انعامات سے نوازے اور اُنکے اہل خانہ اور عزیز و اقارب کو ہر مشکل سے محفوظ رکھے اور دنیا و آخرت میں اجر عظیم عطا کرے۔ باوجود اسکے کہ ہم نے اسکی پروف ریڈنگ میں پوری احتیاط سے کام لیا اور اس کی حق ادائیگی میں کسی قسم کی غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا تاہم انسان ہونے کے ناطے ہم سے کوئی غلطی متوقع ہو سکتی ہے اور وہ غلطی مصنف کی نہیں بلکہ کتابت کے دوران ہم سے سہواً ہو سکتی ہے۔ اگر کسی صاحب کو کسی لفظ میں کتابت کی کوئی غلطی محسوس ہو تو براہ کرم وہ ہمیں اطلاع کر کے اگاہ کریں ہم اُنکے احسان مند ہونگے۔

احقر

صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

بانی و صدر

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری ریسرچ آرگنائزیشن (رجسٹرڈ)

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمتہ اللہ علیہ ہوراں دی نذر

شاعر پنجاب

رُتبہ اوہدا لاثانی ہے اچا اوہدا پایہ  
 عالمپور دا شاعر سارے عالم اُتے چھایا  
 سِک گہر دا مصرعہ اوہدا شعر بھلاں دا گجرا  
 اونے جہڑا اکر لکھیا اج وی لگدا سجرا  
 اوہدی بات مشالاں وانگر جیوں پگ لشکاندی  
 اوہدی سوچ چنبے دی ڈالی مغزاں نوں مہکاندی  
 اوہدا نقطہ عشق دا نکتہ گجیاں رمزاں والا  
 ایڈا شاعر فر گد جمنا واہ سُبجان تعالیٰ  
 صابر یار غلام رسول نے جین دے پیج سکھائے  
 "عاشق تے اندھیری جھلے ذرا نہ جُنہبش کھائے"

ڈاکٹر صابر آفانی

مظفر آباد، آزاد کشمیر (28 اکتوبر، 2000ء)

## سوانح حیات (Biography)

عظیم صوفی شاعر سرتاج اولیاء سلطان العارفین حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ  
پیدائش:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 5 ربیع الاول 1265ھ،  
بمطابق 29 جنوری 1849ء بروز سوموار کو موضع عالمپور، تحصیل دسوہہ، ضلع  
ہوشیار پور، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا نام چوہدری سلطان علی اور  
دادی کا نام ہاجرہ بی بی تھا۔ آپ کے والد محترم چوہدری مراد بخش کی دو شادیاں  
ہوئیں پہلی شادی گاؤں لڈھیانی میں ہوئی اس بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور  
دوسری شادی موضع ڈھوتاں میں خداداد کی بیٹی رحمت بی بی سے ہوئی اور یہی  
خاتون محترمہ رحمت بی بی مولوی صاحبؒ کی والدہ تھیں۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ  
علیہ والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ آپ کی پیدائش کے چھ ماہ بعد آپ کی والدہ  
محترمہ کا انتقال ہو گیا مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر ابھی تقریباً 12 سال تھی  
کہ آپ کے والد محترم بھی اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

تعلیم:

ظاہری طور پر باقاعدگی سے تحصیل علم کے بارے میں کسی طرف سے کوئی  
سراغ نہیں ملتا اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آپ علم لدنی یعنی (الہامی علم) سے

مستفیض تھے۔ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص فضل و کرم تھا تاہم ابتدائی تعلیم کے طور پر اپنے گاؤں کے مولوی حامد صاحب سے کچھ عربی اور فارسی کی کتب پڑھیں پھر کچھ علم قریب کے ایک گاؤں غلزیوں کے مولوی عثمان صاحب سے حاصل کیا۔

### ملازمت:

ظاہری علوم سے فارغ ہونے کے بعد آپ میرپور کے پرائمری سکول میں بحیثیت استاد پڑھانے لگے۔ آپ نے میرپور کے پرائمری سکول میں بحیثیت استاد 1864ء سے 1878ء تک 14 سال تعلیم دی۔ 1878ء میں آپ کا تبادلہ موضع ہمیسر ہو گیا۔ ”ہمیسر“ عالمپور سے تقریباً 2 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں آپ نے 4 سال پڑھایا اور 1882ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر عالمپور آگئے۔ آپ نے تقریباً 18 سال بحیثیت سکول استاد ملازمت کی اور جب آپ نے استعفیٰ دیا تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً 33 سال تھی۔

### خلق اور عادات و خصائل:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادتیں بہت پیاری تھیں۔ وہ طبیعت کے بہت اچھے اور ملنسار تھے ساری عمر کسی سے غصے میں آکر نہیں بولے۔ راہ چلتے تو نظریں نیچی ہوتیں۔ بڑے باوقار انداز سے چلتے تھے۔ خوش لباس اور خوش گفتار تھے۔ طبیعت میں لطیف سا مزاج بھی تھا۔ آپ سفید کرتا، سفید دھوتی اور سفید پگڑی پہنتے تھے تاہم کبھی کبھار مسدی پگڑی اور ملتان کی لنگی بھی پہن

لیتے تھے۔ آپ باقاعدگی سے مسواک کرتے تھے۔ آپ کی بات میں بڑی تاثیر تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فصاحت و بلاغت عطا فرمائی تھی۔ لوگ آپ کا بہت احترام کرتے تھے قوت ایمانی کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی آپ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔

### حلیہ مبارک:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قد تقیماً پونے چھ فٹ تھا۔ آپ کے چہرے کے نقوش خوبصورت تھے۔ جسم مبارک پتلا تھا مگر نحیف نہ تھے بلکہ صحت مند اور متناسب جسم تھا۔ آپ کی داڑھی مبارک چھوٹی تھی۔ دانت سفید، ہموار اور خوبصورت تھے۔ رنگ گورا سرخی مائل تھا۔ آنکھیں درمیانی تھیں نہ زیادہ موٹی اور نہ چھوٹی تھیں اور سُرخ مائل تھیں۔ آپ کی ہتھیلی بھرپور تھی اور سُرخ مائل تھی۔ آپ کے سر کے بال بھرپور تھے لیکن زیادہ لمبے نہ تھے۔ آپ کی پیشانی تنگ نہ تھی بلکہ بہت مناسب تھی۔ آپ کی گردن مناسب تھی زیادہ پتلی نہ تھی اور نہ ہی بہت موٹی تھی۔

### نکاح و اولاد:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تین شادیاں ہوئیں پہلی شادی موضع ڈھوتاں تحصیل بھونگہ ریاست کپور تھلہ اپنے ماموں علی بخش کی بیٹی کرم بی بی سے بیس 20 سال کی عمر میں 1869ء میں ہوئی یہ بیوی 1873ء میں

وفات پاگئیں ان میں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری شادی گاؤں سکر الا ضلع ہوشیارپور 1881ء میں ہوئی یہ بیوی 1886ء میں وفات پاگئیں ان میں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام ”عائشہ بی بی“ تھا۔ عائشہ بی بی کی شادی چوہدری سلطان علی سے ہوئی جو عالمپور کے قریب ایک گاؤں بلڑاں کے رہنے والے تھے۔ 1947ء سے پہلے دونوں میاں بیوی فوت ہو گئے۔ ان کی ایک بیٹی غلام فاطمہ اور بیٹا فضل احمد تھا فضل احمد جو ان عمر میں ہی وفات پا گیا جبکہ غلام فاطمہ کی شادی محمد علی سے ہوئی اور یہ دونوں میاں بیوی 1947ء کے بعد پاکستان آگئے اور چند سال بعد ان کا انتقال ہو گیا ان کی اولاد ضلع فیصل آباد اور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آباد ہے۔ تیسری اور آخری شادی 1309 ہجری بمطابق 1891ء میں گاؤں کھنیاں ودھایا کے رہائشی گلاب گجر کی بیٹی محترمہ زینب بی بی سے ہوئی ان میں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام خدیجہ بی بی تھا۔ خدیجہ بی بی کی پیدائش سے تقریباً 2 ماہ قبل مولوی صاحب کی وفات ہو گئی لیکن وفات سے قبل مولوی صاحب نے اپنی بیوی زینب بی بی سے کہا کہ تمہارے ہاں بیٹی پیدا ہوگی اور اُس کا نام خدیجہ بی بی رکھنا لہذا ایسا ہی ہوا۔ خدیجہ بی بی کی عمر تقریباً پانچ سال تھی کہ ان کی والدہ محترمہ زینب بی بی کا انتقال ہو گیا۔ محترمہ خدیجہ بی بی کی شادی چوہدری عبدالعزیز سے ہوئی جو عالمپور ہی کے رہنے والے تھے اور ان کا تعلق اہم زمیندار گھرانے سے تھا۔ محترمہ خدیجہ بی بی پاکستان بننے سے پہلے وفات پاگئیں جبکہ چوہدری عبدالعزیز پاکستان بننے



كے كافی عرصہ بعد تك زندہ رہے اور اُن كی وفات 1975ء میں ہوئی۔ محترمہ خدیجہ بی بی كی اولاد دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں بڑا بیٹا عبد الطیف تقیاً 18 سال كی عمر میں پاکستان بننے سے قبل وفات پا گیا ان سے چھوٹے سعیدہ بیگم، مسعودہ بیگم، عبد الرشید اور رضیہ بیگم ہیں۔ 1947ء كے بعد محترمہ رضیہ بیگم كی شادی چوہدری غلام قادر سے ہوئی۔ جو موضع پھا مبرٹا، تحصیل بھونگہ، ریاست كپور تھلہ، انڈیا كے رہنے والے تھے جو كہ پاکستان آكر ضلع لائل پور تحصیل سمندری میں آباد ہوئے بعد ازاں 1975ء میں گاؤں سے ترك سكونت كر كے لائل پور میں مستقل سكونت اختیار كر لی ہے۔ بندہ صاحبزادہ مسعود احمد محترمہ رضیہ بیگم كے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے جبكہ محترمہ خدیجہ بی بی كا نواسا اور مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ كا پڑنواسا ہے۔

### تصانیف:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ كا كلام میٹر ك سے ایم اے تك پاکستانی نصاب میں شامل ہے اور آپ كی شخصیت اور كلام پر ڈاكٹر صادق جنجوعہ اور ڈاكٹر حفیظ احمد نے پی ایچ ڈی كی ہے۔ آپ كے زیادہ تر كلام پنجابی میں ہے لیكن آپ نے بڑی اہم كتب اُردو، فارسی اور عربی میں بھی تحریر كی ہیں۔ میں نے حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ كی كتب كے بارے میں ترتیب وار جو تاریخ اور سن دیئے ہیں كہ انہوں نے كس تاریخ، سن، كتنی عمر اور كتنے عرصہ

مب كآب كممل كب هب بب تمام معلومآب بالكل صآآ هبب كبونكه تمام آ معلومآب مولوب صآبب نب آوب ابنبب كآب مب فرآهم كب هببـ

آبب كب اب تك منظر عام ٱر آنبوالب كآب كاآذكره كنب دبنا هوبـ

(1) آبب نب سب سب ٱهلب ”داستان امبر حمزه“ كب ٱهلبب بلب ٱندر 8 سال كب عمر مب تقریباً ابك ماه مب 1281 بآمر ب بمطابق 1864ء مب كممل كب ببكه دوسرب اور تبسرب بلب بروز بآمرآب 16 آرم 1286 ه بمطابق 29 ٱربل 1869ء 8 ببساكه 1926 بآمر ب 20 سال كب عمر مب 2 ماه مب كممل كبببـ بب كب اشعار كب آعباا تقریباً 20,000 هزار هبـ

(2) دوسرب كآب ”روح التربل“ 19 سال كب عمر مب 1285 ه بمطابق 1868ء كو كممل كب بب كب اشعار كب آعباا 256 هبـ

(3) آصرب مولوب غلام رسول عالمٱورب رآمة الله آعالب عبه نب تبسرب كآب ”آسن القصص“ 24 سال كب عمر مب ابك ماه مب 1290 ه مطابق 1873ء كو كممل كب بب كب اشعار كب آعباا 6666 هبـ

(4) آوآب كآب ”مسئله آوآبب“ بب اربونآر مب هب آو آبب نب 29 سال كب عمر مب 17 ذبعبق 1295 ه مطابق 1878ء كو كممل كبـ

(5) ”سب آرنب آلبه شربف آصوب صلب اللببلم“ 27 رببب الاول 1297 ه مطابق 9 مارآ 1880ء موآق 28 ٱهاآن 1936 بآمر ب ربوز منآل بوآب عصر مب راا وبانب

موچی کی فرمائش پر تحریر کیا۔ اس وقت آپؑ کی عمر 31 سال تھی۔

(6) ”چٹھیاں“ مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سید روشن علی، ہیرے شاہ اور صاحبزادہ غلام یسین کو منظوم چٹھیاں لکھیں۔ جو چٹھی آپؑ نے اپنے شاگردِ خاص سید روشن علی کو لکھی ہے اس میں مولوی صاحبؒ خود فرماتے ہیں یہ نامہ بتاریخ 8 محرم 1300 ہجری بمطابق 26 کاتک سن 1939 بکرمی بمطابق 10 نومبر 1882ء بروز دوشنبہ (یعنی بروز سوموار) بوقت نیم روز (یعنی بوقت دوپہر) جانی موچی کی دکان میں بیٹھ کر بحالت دردِ چشم لکھا گیا۔ اس وقت آپؑ کی عمر 33 سال تھی۔

(7) ”سی حرفی سسی پنوں“ یہ سی حرفی آپؑ کی شاعری کی خوبصورت مثال ہے۔

(8) ”سی حرفی چوپٹ نامہ“ یہ سی حرفی بھی آپؑ کی شاعری کی خوبصورت مثال ہے۔

(9) ”پندہ نامہ“ یہ منظوم ہے اور یہ ایک عورت کے راستہ دریافت کرنے پر لکھا گیا ہے۔

(10) مولوی صاحبؒ کی دسویں اور آخری تصنیف جو اب تک سامنے آئی ہے وہ ”ماآب الخاشعین“ ہے جو کہ اُردو نثر میں آپؑ کی دوسری تصنیف ہے۔ ماآب الخاشعین آپؑ نے 1305ھ بمطابق 1887ء کو 38 سال کی عمر میں لکھی ہے۔ ان کے علاوہ آپؑ کی کتب ”قصہ روپن“ اور ”گجر نامہ“ بھی ہیں جو کہ باوجود تلاش

کے ابھی تک نہیں مل سکیں۔

## وفات:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 7 شعبان 1309 ہجری بمطابق 7 مارچ 1892ء بمطابق 24 پھاگن بروز سوموار کو 43 سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور آپ کو موضع عالمپور، تحصیل دسوہہ، ضلع ہوشیار پور کے ہی قبرستان میں دفن کیا گیا اور وہیں آپ کا مزار اقدس ہے۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تین دن بیمار رہے دوست احباب کو بتادیا تھا کہ ہمارا جانے کا وقت ہے جس نے ہمیں ملنا ہے مل لے تین دن بعد بوقت چاشت آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے ایک دوست مولوی عبد اللہ صاحب تلونڈی والے نے کرائی ان کے ساتھ مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وعدہ تھا کہ پیچھے رہنے والا آگے جانے والے کی نماز جنازہ پڑھائے گا۔ جب مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ہوئی اُس وقت مولوی عبد اللہ صاحب عالمپور سے چند میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں پنڈوری میں موجود تھے جہاں پر مولوی عبد اللہ صاحب کو بذریعہ کشف مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کا علم ہوا اور وہ کئی میل کا پیدل سفر کر کے پہنچے جب غسل کروانے لگے تو مرحوم تھوڑے سے اشارہ سے پانساپلٹ جاتے تھے جب لحد کے قریب پہنچے تو مولوی عبد اللہ صاحب نے کہا کہ آپ نے ہمارا انتظار بھی نہ کیا تو اس وقت مرحوم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے

مولوی عبد اللہ صاحب نے اپنے رومال سے ان کے آنسو پونچھ کر اپنے منہ پر مل لئے۔ جب غسل کفن کے بعد قبر کی لحد میں اتارا گیا تو مولوی عبد اللہ صاحب فرمانے لگے لوگو آج میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے دوست تھے میں جانتا تھا کہ وہ کامل ولی اللہ ہیں لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ ولایت کے اس قدر بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

میں یہاں چند باتوں کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آنے والی نسلوں تک صحیح اور مستند معلومات پہنچ سکیں اور تحقیق دانوں کے لئے آسانی رہے۔

(1) بندہ صاحبزادہ مسعود احمد کے والد محترم چوہدری غلام قادر (مرحوم) کو بھی مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انتہائی عقیدت و محبت تھی اس لئے انہوں نے مولوی صاحبؒ کے مزار اقدس کی تعمیر کے لئے 1990ء میں سردار نرمل سنگھ سے بھارت میں رابطہ کیا، جنہوں نے اپنے دوستوں سے مل کر مولوی صاحبؒ کی قبر مبارک کو 1991ء میں از سر نو تعمیر کیا۔

(2) 20 اپریل 2007ء کو 1947ء کے بعد پہلی بار راقم الحروف موضع عالمپور تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور انڈیا میں مولوی صاحبؒ کے مزار اقدس پر پہنچا تو مولوی صاحبؒ کی قبر مبارک کے سرہانے کی طرف جو پتھر کا کتبہ لگا تھا اس پر بھی مولوی صاحبؒ کی تاریخ پیدائش 29 جنوری 1849ء اور تاریخ وفات 7 مارچ 1892ء ہی درج تھی۔

(3) مولوی صاحبؒ بہت اعلیٰ پائے کے طبیب بھی تھے آپؒ نے اپنے گھر کے قریب ایک مسجد بنوائی جہاں آپؒ کی زیر نگرانی مکتب میں تقیماً 40 شاگرد دُور دراز سے آکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مولوی صاحبؒ ان کو دینی علوم کیساتھ طب، اُردو اور فارسی کی مفت تعلیم دیتے تھے۔ آپؒ کا خاندانی پیشہ زمینداری تھی۔ ایک دفعہ مولوی غلام رسول عالپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علی بخش نامی نوکر مویشیوں کے لیے چارہ لے کر بڑی دیر بعد گھر آیا تو مولوی صاحبؒ نے اس کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

سارا دن اڈکیا گیا کوویلا ہو  
ڈھیر کمانی تده دی بھریاں پونے دو

(4) راقم کو خاندانی طور پر اس بات کا علم ہے کہ حضرت مولوی صاحبؒ کے والد محترم کسی مسجد کے امام نہیں تھے کچھ لکھاری حضرات نے بغیر تحقیق کے اُن کو امام مسجد لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ وہ ایک نیکدل انسان تھے اور ان کا خاندانی پیشہ زمینداری تھی۔ میں یہاں اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ سید روشن علی حضرت مولوی صاحبؒ کے شاگرد تھے۔

(5) نصاب کی کُتب اور دیگر تحقیقی کتب میں مختلف احباب نے بغیر کسی تحقیق کے مولوی صاحبؒ کے سلسلہ طریقت کے بارے میں مختلف آراء دی ہیں لیکن اُن کے پاس کوئی واضح دلیل اور سند نہ ہے۔ یہ بات آپؒ کے وصال سے لیکر آج تک

یعنی تقریباً 117 سال تک معمہ بنی رہی لیکن مارچ 2009ء میں مولوی صاحبؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا منظوم شجرہ طریقت مجھے مل گیا ہے۔ یہ شجرہ طریقت تین زبانوں اردو، فارسی اور پنجابی میں لکھا ہوا ہے اور یہ شجرہ مولوی صاحبؒ نے 12 سال کی عمر میں کسی دوست کے ایما پر لکھا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ظاہری طور پر کہیں بیعت نہ تھے۔ اب چونکہ میرے پاس شجرہ طریقت کی صورت میں سند موجود ہے۔ میں اس شجرہ طریقت کو شائع کر کے عوام تک جلد پہنچا دوں گا۔  
مولوی صاحبؒ کے بقول

عشق کرم دا قطرہ ازلی تیں میں دے وس ناپیں

اکنناں لہدیاں ہتھ نہ آوے اکنناں دے وچ راہیں

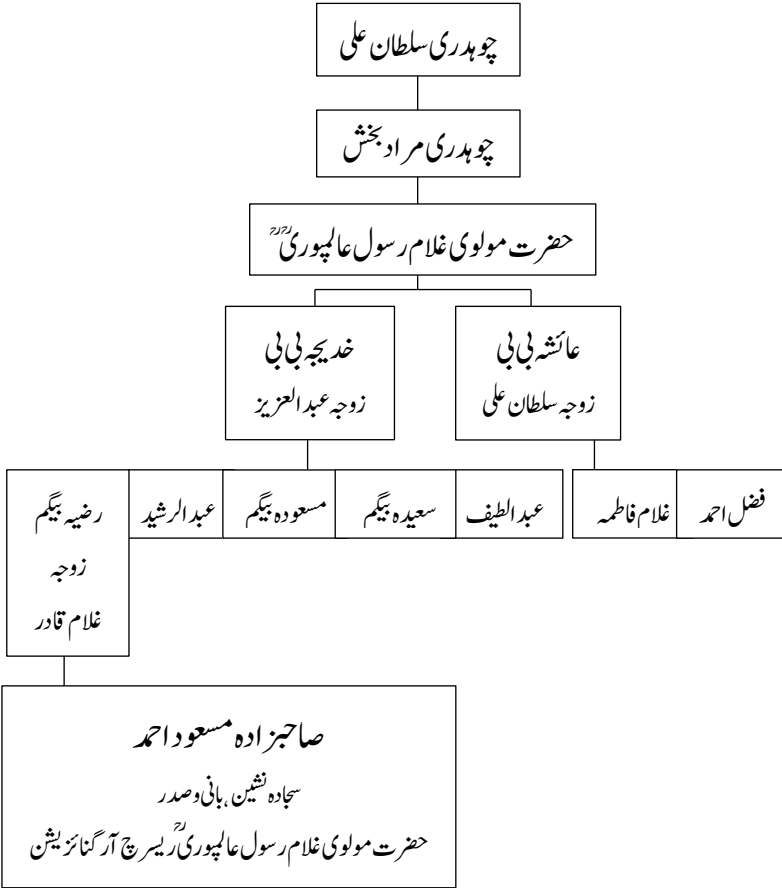
میں نے ہمیشہ ایمانداری سے سچ بات کی ہے اور سچ بات کو صدق دل سے تسلیم کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی تاریخی شخصیت کے بارے میں قلم اٹھانے سے پہلے پوری ذمہ داری، تحقیق اور احتیاط سے معلومات اکٹھی کرنی چاہئیں جن میں ذاتی خواہشات کا عمل دخل نہ ہو تاکہ آئیوالی نسلوں تک صحیح، مستند اور مفید معلومات پہنچ سکیں لہذا تاریخ لکھنے کیلئے اعلیٰ اور کھلے ذہن کی ضرورت ہے اور یہ کام انتہائی ذمہ داری، خلوص اور ایمانداری سے کرنا چاہیے۔

تحریر و تحقیق :

صاحبزادہ مسعود احمد علیپوری

## شجرہ نسب

راقم الحروف بندہ صاحبزادہ مسعود احمد نے جنوبی ایشیاء کے عظیم صوفی شاعر سرتاج اولیاء سلطان العارفین حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ کا شجرہ نسب مرتب کر دیا ہے تاکہ تحقیق دانوں اور علم و ادب کے شائقین کے لئے آسانی رہے۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔





## مارب الخاشعین

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ الصَّلَاةَ قُرَّةَ عَيْنٍ لِسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعِمَادَ دِينِ  
الْمُسْلِمِينَ وَمَعْرَاجَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَارِبَ الْخَاشِعِينَ وَالصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى أُسْوَةِ  
الْأَوْلِيَيْنِ وَالْآخِرِينَ وَعَلَى إِلِهِ الطَّهْرَيْنِ وَصَحْبِهِ الطَّيِّبِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي  
وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ ثَبِّ عَلَيَّ حَتَّى آتُوبَ وَأَعِصِمْنِي حَتَّى  
لَا أَعُوذَ بِاللَّهِ حَبِّبَ إِلَيَّ الطَّاعَاتِ وَكَرِهَ إِلَيَّ الْخَطِيئَاتِ أَمَا بَعْدُ

بندہ ظلوم و جهول احقر غلام رسول احسن الله اليه بحسن القبول متوطن  
عالم پور پہلے جناب اقدس ربانی سے استعاذہ کرتا ہے کہ محض اپنے فضل سے ہم کو  
اتَّامُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ [البقرة: ۴۴] کے خطاب کا مصداق نہ  
بناوے ثانیاً استدعاء ہے کہ زندہ دلوں کے شرف التفات سے مستفید فرماوے پھر  
طلبہ دینیات کی خدمت میں عرض ہے کہ اس خاکسار الم چشیدہ دردِ نایافت کے  
دل میں ڈالا گیا کہ بائیں بے بضاعتی بمراد ایقاظ الرقود کہ بحالتِ سجود غفلت کی نیند  
میں سوئے پڑے ہیں ان کے جگانے کے ارادہ پر ایک موجز سا رسالہ حیرتِ تحریر  
میں آوے اور اس میں مقصود تنبیہ نفس خود ہو استقلالاً و افادہ سعاداً اشتمالاً  
فَشُرِعَ مُسْتَعِينًا بِاللَّهِ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ چونکہ اس قسم کا بیان اربابِ خشوع کی  
کامیابی کا مقام ہے اور یہی بلحاظِ حسن التفاضل و برعایت تطابق عام التصنیف اس کا

نام ”مَا رَبِّ الْخَاشِعِينَ“ مقرر ہوا۔

فيا ايها الخاشعون انظروا فيها ما قيل من ما ربكم مع اغماض النظر  
عن قائلها وحفظوا على الصلوات والصلوة الوسطى واقبلوها بالصلوة الوسطى  
وَقَوْمٌ مَّا لِلّٰهِ قَنِيْنٌ

تفہیم اختیار زبان اردو کا باعث یہ ہے کہ اس دیار کے جن جن سعادت  
مند ان ازلی کو مایہ علمی کمتر ہے وہ بھی اس کے استفادہ سے بالکل بے بہرہ نہ رہیں  
اور علماء بیدار دل کو خود مجھ سے بے سرو سامان کے تیقظ کی احتیاج نہیں اور اس  
میں بسبب نہایت اختصار التزام سلاست لغت عمل میں نہیں آیا تو کوئی شائق قلیل  
البضاعت کسی فائق جلیل الاستطاعت سے اس کی بعض اغلاق لفظی یا معنوی کا  
استکشاف کرے تو چند مہمات و مجملات کی شرح و تفصیل سے محظوظ و کامیاب  
ہو وے ہاں تکلفات عبارت آرائی و رنگینی فقرات سے اجتناب کیا گیا کہ حارج  
مقصد ہے و باعث صرف توجہ الی غیر المطلوب۔



السُّكَّعَةُ الْأُولَىٰ فِي حَضْرَةِ مِرَّةِ الصَّلَاةِ وَحُضْرَةِ مِرَّةِ تَرْكِهَا

سن اے عزیز! اسعدك الله وایائی، عقائد کی تصحیح کے بعد عمدہ ترین عبادات و جامع جمع خیرات و برکات صلوة ہے اس کے اتیان بعمل سے بڑھ کر نہ کسی عمل کی فضیلت ہے اور نہ اس کے ترک کی برائی کے برابر کوئی فضیحت، اس لئے قیامت کے دن سب اعمال سے پہلے مومن کی نمازوں کا حساب لیا جاوے گا۔ پورا اتر اتو بہتر ورنہ اخذ در اخذ، قرآن مجید میں ہے کہ اصحاب الیمین جنت سے مجرموں کو دوزخ میں دیکھ کر پوچھیں گے:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۝ [المدثر: ۴۲]

یعنی کس چیز نے تم کو دوزخ میں چلایا؟

قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلُوبِينَ ۝ [المدثر: ۴۳]

تو وہ مجرم کہیں گے کہ ہم دنیا میں نمازیں نہیں پڑھتے تھے، اگرچہ پیچھے اور بھی سینات کا ذکر ہے مگر اول ترک صلوة ہی کی حسرت کا دم بھریں گے اور اور جگہ فرمایا ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَ يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَشَعَةً أَبْصَرُهُمْ تَزْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۝ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَلِيمُونَ ۝ [القلم: ۴۲]

حاصل یہ کہ قیامت کے دن لوگوں کو سجدہ کے لئے پکارا جاوے گا تو اشرا فرجار سجدہ نہ کر سکیں گے شرم اور حسرت کے مارے اُن کی آنکھیں نیچے کو جھکی ہوں گی اور نہایت ذلیل اور خوار ہوں گے یہ ان کا حال اس لئے ہو گا کہ دنیا میں صحت و فرصت کی حالت میں سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے تو ان سے نہ ہو آیا سو جن کی حسرت اور ذلت کا یہ حال ہو گا اور دخل حضور سے رہ جائیں گے وہ بے شک راندے گئے دوزخ کے سوا ان کا ٹھکانہ رہا اور فرمایا:

يَوْمَ الْمُجْرِمِ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بَبْنِيهِ ۝ وَصَحْبَتِهِ  
وَ اَخِيهِ ۝ وَ فِصِيلَتِهِ الَّتِي تُسْوِيهِ ۝ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا ۙ ثُمَّ  
يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا ۙ اِنَّهَا لَطٰٓئِلٌ ۙ نُّزَاةٌ لِلشَّوٰى ۙ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلٰٓى  
۝ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ  
جَزُوْعًا ۙ وَ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ اِلَّا الْمَصْلٰٓئِنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى  
صَلٰٓتِهِمْ دٰٓئِمُوْنَ ۝ ... الی قولہ: عَلٰى صَلٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ [المعارج: ۱۱ تا

[۳۴

مطلب یہ کہ مجرم آرزو کرے گا کہ قیامت کے عذاب سے اپنی پیاری بیٹی اور ہم رازیبوی اور غم خوار بھائی اور اُن خیر خواہ خویشاوندوں کو جنہوں نے دنیا میں اسے ٹھکانہ دیا اور اپنی پناہ میں لیا اور سارے جہانیاں کو اپنی جگہ فدیہ دے کر خود بچ جاوے ایسا ہونے کا نہیں۔ یعنی مجرم کی آرزو ہوگی کہ میرے سب

پیارے جن کو میں دنیا میں اپنی جان سے مقدم سمجھتا تھا اور وہ مجھے ایسا ہی سمجھ کر اچھا سلوک کرتے تھے میرے عوض دوزخ میں عذاب دیے جائیں اور مجھے چھوڑ دیا جائے مگر یہ کون مانے۔ مجرم کو دوزخ سے یہ دہشت کیوں نہ ہو کہ وہ تو بھڑکتی آگ ہے کہ اپنے مقتناطیسی اثر سے ان کو اپنی طرف کھینچ کر سمیٹتی جاتی ہے اور ان مجرموں کو نام اور لقب سے پکار رہی ہے جنہوں نے قبلہ اطاعت کی طرف پشت کی اور نماز اور طاعات باقیہ سے منہ پھیرا اور مال و دنیا کو اکٹھا کیا اور برتنوں و ذخیرہ دانوں میں رکھ چھوڑا یعنی اس میں سے خدا کا حق ادا نہ کیا۔ بے شک انسان نہایت درجے کا لالچی ہے، جب اسے تنگی اور تکلیف پہنچی تو بے قراری سے بھڑک اٹھتا ہے اور جب تو انگری و آسودگی ہوتی ہے تو غرور میں آکر اپنے آپ کو اطاعتِ الہیہ سے روک بیٹھتا ہے مگر نماز پڑھنے والے کہ ہمیشہ پڑھتے ہیں اور کبھی ترک نہیں کرتے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور نماز کی برکت کے سبب سب قباحتِ دُنیوی و اُخروی سے ان کو امن ہے۔ یہاں تک کہ اس بیان کے اخیر پر فرمایا کہ وہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں سب شرائط و آداب و اوقاتِ صلوة کو اچھی طرح سے نگاہ رکھتے ہیں حق تعالیٰ نے زیادتِ اکرام کی نظر سے مستثنیٰ لوگوں کا ابتدا و انتہا نماز پڑھنے والوں سے کیا۔ کلام اللہ میں ایسا ہی کئی جگہ نماز کے فضائل اور اس کے ترک کی برائیاں مذکور ہیں اور یونہی احادیث میں مفصل ہے۔ لہذا طبقہ اولیٰ اصحاب خیر القرون ماہرین کتاب و سنت کا یہی اعتقاد تھا کہ تارک الصلوة کا اسلام

معتبر نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت عبد اللہ ابن شقیق رضی اللہ عنہ:  
وارد ہے:

كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْرُونَ شَيْئًا مِنَ الْأَعْمَالِ  
تَرَكَهُ كُفْرًا غَيْرَ الصَّلَاةِ

یعنی آنحضرت ﷺ کے اصحاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نماز کے سوا کسی  
عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ فقط نماز کے ترک کو کفر جانتے تھے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ [رَوَاهُ مُسْلِمٌ]

جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ  
بندے اور کفر کے بیچ میں نماز کے ترک کا فرق ہے یعنی بندہ نے نماز کو ترک کر دیا  
تو کفر میں پڑا یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے:

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى قَالَ الصَّلَاةُ لَوْ قُتِلَتْهَا... الخ [متفق عليه]

یعنی حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ میں  
نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا کام بہت پسند ہے حضرت  
ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ الی آخر الحدیث [یہ حدیث بخاری اور  
مسلم کی ہے]

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ابْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافِظٌ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورٌ أَوْ بُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَهُ نُورٌ أَوْ لَابُرْهَانًا وَلَا نَجَاةً وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأَبِي ابْنِ خَلْفٍ-

یعنی عمرو بن العاص کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے حضرت ﷺ سے نقل کیا کہ ایک دن آں سرور عالم ﷺ نے نماز کا ذکر بیان کیا پھر فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے یعنی ہمیشہ وقت پر با تمام شرائط پڑھتا رہے تو قیامت کے دن وہ نماز اس کے لئے نور اور برہان اور سبب نجات ہو گی اور جو شخص نماز کی محافظت نہ کرے قیامت کو نہ اس کے لئے نور ہو گا نہ برہان نہ نجات اور یہ شخص قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی ابن خلف کے ساتھ ہو گا یعنی دوزخ میں۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا أَبَابٍ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالُوا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذَلِكَ مَثَلُ صَلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَ الْخَطَايَا [متفق عليه]

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے

نے اصحاب سے فرمایا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر چلتی ہو وہ اس میں ہر روز پانچ دفعہ نہایا کرے کیا اس شخص پر کچھ میل بھی رہ جائے گی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت اُس پر تو کچھ میل نہیں رہے گی آپ ﷺ نے فرمایا پھر یہ پنجگانہ نماز کی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے خطایا یعنی صغائر کو مٹاتا ہے۔ [یہ صحیحین کی حدیث ہے]

اے جان من! تو نے ان آیات و احادیث سے ضرور سمجھ لیا ہو گا کہ اتیان بالصلوٰۃ کی بڑی فضیلت ہے اور نجات کا ذریعہ ہے اور اس کے تارک کو سخت و عید اور بھاری عذاب ہیں اور اسلام کا یہی اول درجہ کا شعار ہے اور انسان کے حسن و قبح کا اسی پر مدار۔ مسلمان بے شک اس سے جان سکتا ہے کہ نماز ادا کرنے کی اس کو کتنی ضرورت ہے اور اس کے ترک کا کتنا ضرر۔ پھر نماز گزار ضرور خوش ہوتا ہے کہ میں فرقہ باغیہ و فسطاغیہ تارک الصلوٰۃ سے نہیں ہوں پس اگر سچ مچ کا نماز گزار ہے تو موفق حقیقی کا شکر کرے اور بھی طلب کمال میں بہر حال سعی کیا کرے اور کسی موقف کو منتہائے مجاہدہ نہ سمجھے کہ جمال معانی کی حد نہیں جمیل جلیل الاقتدار محدود نہیں اور اگر حقیقت نماز سے بہرہ یاب نہیں ہے تو ابھی پہلا فرض ہی ادا نہیں کیا اس کا نام نمازی کہاں، عزم صلوٰۃ مصمم کرے باتمام شروط نماز کی نیت باندھے تو در ضدزمرہ مصلین ہو۔

اے میرے پیارے مصلیٰ! اب ذرا محک امتحان پر اپنی نماز کی تنقید کر



لے کہ تو خود نماز پڑھنے والوں میں سے ہے یا نہیں، تیری نماز قابل قبول ہے یا پھیر کر تیرے ہی منہ پر ماری جانے کے لائق ہے اور تو بسبب اس نماز کے بارگاہ عز و جلال میں بلایا جاتا ہے یا تجھے کہا جاتا ہے: صَلَّى اِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، سو تیری نماز کی تنقید خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے کلام سے ہوتی ہے تو اپنے دل کی آنکھوں سے پرکھ لے۔



السَّكَعَةُ الثَّانِيَةُ فِي تَسْقِيْدِ الصَّلَاةِ النَّسِيَّ صَلَّاهَا الْمُصَلِّي

خداے تعالیٰ نے سورۃ نساء میں منافقین کی نماز کا ذکر فرمایا ہے:

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ يُرْءَاوُنَ النَّاسَ وَلَا  
يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا مَّذْبُذِبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ ☆ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ  
وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا [النساء: ۱۴۲]

یعنی منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہوتے ہیں گراں جانی سے تھکے ماندے یعنی سست ہوتے ہیں۔ نماز میں دل کا لگاؤ نہیں ہوتا وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم بھی مومن اور نمازی ہیں حالانکہ وہ دل سے خدا کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا بدن سے وہ کفر و ایمان میں متحیر و متردد ہیں نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے، یعنی اگر مومن خالص ہوتے اور صدقِ دل سے دھیان لگا کر سطوتِ جلال و عِزِّ جمال کے مقام میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تو صادق مومنوں کی طرح غفرانِ الہی کا استحقاق پاتے اور اگر صرف کفر پر ہی رہتے اور اس کسل و ریاء تذبذب سے بھی نماز نہ پڑھتے تو قتل و اسر و نہیب غارتِ اسلام سے جانبر نہ ہوتے۔ سو اس قسم کے نمازیوں کو ان کے ظاہر حال نے قتل و غارت کئے جانے سے بچایا و نہ حظوظِ اخروی سے ان کو کچھ نصیب نہیں، یہ لوگ نہ نماز میں ہیں، نہ اس کے ترک میں، تن نماز پڑھتا ہے دل کو کچھ خبر نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ

رہنے دے تو اس کے لئے ہرگز کوئی راہ نہ پاوے۔ اب مصلیٰ اپنی حالتِ نماز میں دھیان کرے کہ کسل و ریاء و قلتِ ذکر و تذبذب سے ہے یا بشعور و ہمت و اشتیاقِ تمام و صدق و اخلاص و کمالِ تادب و کثرة ذکر و اطمینان سے ہے، قلتِ ذکر عدمِ حضورِ قلب و تصورِ حفظِ آداب ہے اور کثرتِ ذکر کمال و اتمام اس کا پس اگر العیاذ باللہ بطرز اول ہے تو اس کی نماز منافقوں کی سی ہے اور منافقین بسبب ایسے ہی اعمالِ مستبجہ کے سبب منافق کہلائے اور اگر بعض صفات میں اُن سے توافق ہے اور بعض میں تخالف تو بھی شعبہ شبہاتِ نفاق سے متسم ہے، اس کے ازالہ کے درپے ہونا اس پر مستحتمات سے ہے اور اگر بطریق ثانی ادائے صلوة پر موفق ہے تو بالتزامِ شکر و اہب العطایا مشغول ہووے اور رفعِ نقائص کے لئے باستعانتِ الہی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرْءَاؤُونَ ۝ [الماعون: ۴-۶]

وائے سخت عذاب ہے اُن نمازیوں کے لئے کہ وہ اپنی نماز سے بے خبر ہیں اور غافل ہیں دل کا دھیان لگا کر نہیں پڑھتے وہ تو لوگوں کو دکھاتے ہیں اُن میں اخلاص کہاں۔ اور فرمایا:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝ [البقرة: ۴۵]

یعنی خدا سے مدد مانگو، طاعتِ الہی پر صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے اور نماز بے شک گراں و دشوار ہے مگر خاشعین پر گراں نہیں کہ وہ خود نماز سے رہ نہیں سکتے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی دہشت اور اس کے جلال کی ہیبت نے متواضع و عاجز کر دیا ہے اور ان کے نفوس بسبب تیقن و وعدہ و وعید اطاعت کو مان کر اس پر مرتاض و عادت پذیر ہو گئے ہیں اور اس بار امانت کے ادا کرنے کو وہ خود غنیمت سمجھتے ہیں۔ نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی طمانینت ہے اور مظلماتِ اندوہ کی مزیل اور مقصود روح اور حضورِ خاص کا مجری اور مذاقِ محبت کی چاشنی اور انشراحِ صدر کا وسیلہ اور سرِّ نخی کا کشف اور انسانیت کی معراج ہے۔ پھر ان پر کاہے کو دشوار ہو گی۔ حقیقت میں مومن یہی ہیں اور ان اربابِ حقیقت کی نماز حقیقی نماز ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ۗ ط

کہ نمازی کو نماز گندے کاموں اور زشت باتوں سے اور منہیات سے روکتی ہے سو یہ اخبار ہے یعنی خدا تعالیٰ تاثیرِ صلوة سے خبر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ﷺ کے اصحاب سے ایک نوجوان انصاری، حضرت کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھا کرتا تھا ایک دفعہ لوگوں نے حضرت کے پاس اس کا حال عرض کیا کہ حضرت کوئی گناہ ایسا نہیں کہ یہ جوان اس کا مباشرت نہ ہو اور نہ کرتا ہو حضرت نے سن کر فرمایا ”إِنَّ الصَّلَاةَ سَتْنَهَىٰ“ یعنی قریب ہے کہ نماز اس کو گناہوں سے

روک دے گی، تھوڑی دیر تک توفیقِ ربانی سے اس نوجوان کو توبہ نصیب ہو گئی اور عابد زاہد بن گیا پھر کسی گناہ کی طرف دھیان نہ لگایا۔ اور حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس کی نماز فحشاء و منکر سے نہ روکے اس کو اس نماز سے کچھ حاصل نہیں مگر بعد و دُوری یعنی قُربِ بساطِ عزت تو درکنار نہ پڑھنے کی حالت سے بڑھ کر دُوری و مہجوری کے در دورِ نَج میں پڑا یہ اس لئے ہے کہ حقیقت میں اس نے دل لگا کر نماز ہی نہیں پڑھی اور اگر پڑھتا تو ضرور اس کا اثر ظہور پاتا۔ سو یہی بے رغبتی اور ناقدر دانی سے اس عالی رتبت عمل کی خوبی کو ضائع کرنا باعثِ دُوری و موجبِ مہجوری ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا أَمْرًا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ [البقرة: ۱۷۷]

مطلب یہ کہ لوگوں کو فقط یہی امر کیا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی بندگی کریں اخلاص سے باطلہ عقاید و وساوس سے رخ پھیرتے ہوئے اور اوقاتِ مختصہ پر بالتزامِ شرائطِ اخلاص نماز ادا کریں اور اپنے وقت پر زکوٰۃ دیویں سو یہی سچا اور مضبوط دین ہے اور فرمایا:

أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ

یعنی خبر دار رہو کہ اللہ کے لئے دینِ خالص ہے۔

جس میں کچھ رلاؤ ملاؤ نہ ہو از قسم ریا وغیرہ اور ظاہر باطن خلوص و کامل توجہ سے جھکے ہوں اور فرو تنی و عجز و خوف سے صاحب عبادت متاثر ہو تو ثمرہ تدرین سے بہرہ ور ہووے چنانچہ قرآن میں ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خِشْعُونَ ۝ ...

الخ "الایۃ [المؤمنون: ۲۱ تا ۲۲]

بے شک رہائی پاگئے اور کامیاب ہوئے وہ مومن کہ وہ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریاء سے ڈرنا اور اپنے عجز و عدم استطاعتِ ادائے حق منعم حقیقی کے ملاحظہ سے شرم کرنا اور حُب و اخلاص و استرضاء مولیٰ میں اپنی ہستی کا خیال چھوڑ دینا اور جمیع ماسوی اللہ سے تعلق توڑ دینا اور باطن کے ہوا جس و خواطر کا ہٹانا اور مشاہدہ استغراقِ حضور میں اپنے آپ کو نہ پانا اور سب محامد و محاسن کا مرجع بارگاہِ عز و جلال کو جاننا اور کسی خوبی کے اتصاف سے اپنی ذات کو متصف نہ پہچاننا کما صرح بہ المحققون پس جس نے نماز میں نعمتِ خشوع کو پایا انسانیت کے محاسن کا جامع ہوا اور تاثیر صلوة سے اس کی روحانیت کا نور لامع ہوا۔ ذمائم اخلاقیہ سے پاک و صاف ہوا اور اس کا مکارم اخلاق سے اتصاف ہوا بروقی لامعہ ہستی سوزِ عشق نے اس کی خرمن انسانیت کو جلایا اس نے وعدہ فردا کو نقد الحال پایا پھر اس کا حال عبارات و اشارات کے اظہار سے بھی

گزرا اللهم ارزقناھا و لاخواننا دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی رستگاری کو بوجہ خشوع فی الصلوٰۃ مقید فرمایا سو جن اربابِ اصول کے قاعدہ میں غیر مقید کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے جہاں ذکرِ صلوٰۃ جس سے استفادہٴ فلاح منظور ہے غیر مقید پایا جاوے لا بد محمول بمقید ہو گا اور ان کے غیر کے نزدیک بھی ضرورتِ التزام بہ تنحیج فی الصلوٰۃ خود ناظر تقید مواضع غیر مقید ہے بالجملہ باتفاق نمازِ بے خشوع شایانِ حجت نہیں فضل و رحمتِ الہی ما من ہر ناشائستہ کار بے شک مصلیٰ سہی و لا ہی کو اس کے اصل فائدہ سے بہرہ نہیں الا ماشاء اللہ و مطلوبینا عفوه اللهم ارنا حقایق الاشیاء کما ہی صلوٰۃ اصل عبادت ہے اور عبادت شامل ہے طاعت و دعاء و توحید و معرفت کو اور طاعت کو شمول ہے ظاہر و باطن سے پس اگر ظاہر مطابق بما فی الباطن ہے اور باطن مصدق و محقق ظاہر تو طاعت ہے ورنہ تلمیح اور تلمیح سے جیاد نقاد کو فریب دیا جانا ممکن نہیں دعاء اور توحید و معرفت معلوم ہے کہ فقط عمل بالجوارح نہیں مدارج عبادت و عبودیت و عبودۃ کے صلوٰۃ حاوی ہے جو کہ آیت

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [الذاریات: ۵۶]

کے کلمہٴ اخیر کی تفسیر ہای لیرفون کرتے ہیں تو مراد ہے کہ ان سب مراتب کا استیعاب ہو کیونکہ معرفت خود مستلزم اقسام عبادت ہے پس اصل عبادت عملِ روح ہے جب تعبد میں یہی مفقود ہے تو یہ نمود بے بود ہے یعبدون کی

تفسیر یعرفون سے نکلا کہ عبادت اور معرفت حقیقت میں شے واحد ہے جو وہ معرفت نہ ہوگی تو عبادت بھی نہ ہوگی حدیث شریف میں وارد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَ أَعْمَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَ نِيَّاتِكُمْ

اللہ تعالیٰ فقط تمہاری صورتوں اور تمہارے عملوں کو نہیں دیکھتا و لیکن تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

یعنی اگر اعمالِ صوری دل کے خلوص نیت سے ہیں تو مقبول ہیں ورنہ نہیں پس ظاہر عمل کا اعتبار نہ ہو ا عمل ظاہری جیسی قبول ہو گا کہ دل اور نیت بھی توافق رکھیں جب دل ادھر ادھر پھرتا ہے اور بدن سے نماز پڑھتا رہتا تو بدالت حدیث یہ نماز قابل قبول نہ ہوگی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ امْرِئٍ لَا يَشْهَدُ فِيهَا قَلْبُهُ كَمَا يَشْهَدُ بَدَنُهُ  
اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا کہ نماز میں اس کا دل حاضر نہ ہو وے جیسا اس کا بدن حاضر ہے۔

وَ أَنَّ الرَّجُلَ عَلَى الصَّلَاةِ دَائِمٌ وَ لَا يُكْتَبُ لَهُ عَشْرُهَا إِذَا كَانَ قَلْبُهُ سَاهِيًا لَاهِيًا

بے شک شخص ہمیشہ نماز پڑھتا ہے حال آنکہ اس کے لئے نامہ اعمال میں



نماز کے دسویں حصے کا بھی ثواب نہیں لکھا جاتا جبکہ اس کا دل ساہی ولایہی ہے۔

اور فرمایا:

لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحَضُورِ الْقَلْبِ

یعنی دل کے حضور بغیر نماز نہیں ہوتی۔

جو کہ اس کی تفسیر میں کہا جاتا ہے کہ یہاں اصل صلوة کی نفی نہیں بلکہ نفی کمال ہے قائل سے پوچھا جاتا ہے کہ کس درجہ کے کمال کی نفی کرتا ہے پس اگر کہے کہ ماہ الامر ادا ہوا فضیلت سے بے بہرہ رہا تو اس کا ثبوت بذمہ قائل ہے صلوة سے مقصود ادائے ماہ الامر ہے سو اس کے عین پر نفی واقع ہوئی ہے نہ اس کی صفت اضافی پر۔

اور حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کئی لوگوں کو نماز سے رنج اور دکھ کے سو اچھ بہرہ نہیں۔ پھر یہاں ماہ الامر ادا ہو گیا تو اس کا بہرہ رنج اور دکھ کیوں ہے پس اگر کہا جاوے کہ یہ منافقوں کے حق میں ہے تو اس تخصیص کا ثبوت بھی قائل پر ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ بدون خشوع نماز بالکل جائز نہیں اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نماز میں دل حاضر نہ ہووے وہ عقوبت سے بہت نزدیک ہے جواز و عدم جواز تو درکنار بدلیل آئکہ ایک بندہ مالک کی خدمت میں مطلقاً حاضر ہی نہیں ہوا اور اپنے مقصر رہنے پر نادم ہے اور ایک بندہ حاضر تو ہوا مگر صدق و اعتقاد سے خدمت گزاری نہ کی اور تعمیل حکم پر دھیان

نہیں کیا اور اپنے مالک کی سیاست و سطوتِ جلال سے دبا نہیں اور اس کی عظمت و کبریاء پر نظر نہ کی اور اس کے ترحم و اکرام کی قدر دانی سے غافل رہا اور اصل خدمت و مقصود کارگزاری کی حقیقت کو نہ پایا پھر بدین ناشائستہ کاری اپنے آپ کو حق گزار تصور کیا شاید ایسے حاضر غافل پر غیر حاضر نام کی نسبت تشدد زیادہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي“ [طہ: ۱۴] میری یاد کرنے کو نماز قائم کر سو نماز سے مقصود یاد کر د ایزدی ہے جب اسی سے رہ گیا تو پھر نماز کا ہے کی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نمازی کا التفات اتنا ہو کہ اپنے دائیں بائیں کے آدمی کو جانچے اور پہچانے تو اس کی نماز نہیں ہوتی سمجھنے والے کو تو ان آیات و احادیث و اقوال مشائخ سے ایک بھی کافی ہے اور جو شخص اطاعتِ نفس میں سرگرداں ہے وہ کبھی سمجھنے کا نہیں بلکہ الثابتات و یلیاتِ ریکیہ سے رد و قدح کے درپے ہو گا اور کہے گا کہ ائمہ دین کا فتویٰ ہے کہ جب شروع نماز میں بوقتِ نیت مصلیٰ کا دل حاضر ہووے تو اس کی نماز درست ہے خواہ باقی نماز میں ہونہو سو در صورتِ تسلیم معترض سوچے کہ احادیث سے نمازیوں کا حال مختلف وجوہ پر پایا جاتا ہے بعض کی نماز فقط بعد و دوری کا موجب ہے جیسا پیچھے مذکور ہوا اور بعض کو فقط حرمان اور اس پر مشقتِ ادائے صلوٰۃ مسترد اور بعض احادیث میں ہے کہ نمازی نماز کے چھٹے دسویں حصے وغیرہ کا ثواب پاتا ہے سو اس سے دلالتاً متبادر یہی ہے کہ اصل نماز میں بسببِ قصور حضور فساد لازم نہیں آتا جب نیت کے وقت

حضور دل ہو بلکہ جتنی نماز میں دل حاضر رہا اتنی ہوئی باقی نہیں۔ سو دیکھ تجھ کو ساری نماز پڑھنے کا امر کیا گیا ہے یا اس کے بعض حصہ کا۔ افسوس نماز کی بہشت کا دروازہ دیکھا اور بیچ میں داخل نہ ہوا پھر اپنا نام بہشتی رکھ لیا پھر یہ بھی ہے کہ جن کے دل نماز میں ادھر ادھر اڑے پھرتے ہیں ان کو بوقت نیت بھی حضور کامل کہاں نصیب ہوتا ہے امام حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ جن کو نماز میں حضور حاصل نہیں ان کو اپنی نماز سے فقط یہ فائدہ ہوا کہ ان کی گردنیں تیغ سیاستِ اسلام سے بچ گئیں اور اسرو نہیب و غارت سے ان کی جان و مال محفوظ رہے اور یہ نماز شایانِ زادِ عاقبت نہیں اور بموجب اخبارِ الہی جس کو نماز نے فحشاء و منکر سے روکا نہیں اور صدق و اخلاصِ دل سے اس کو حق کی طرف جھکا یا نہیں اس نے حقیقت میں نماز پڑھی ہی نہیں۔

انتہا دیکھو مومن مصدق و منافق مذب کی نماز کا ظاہر ایک سا ہے اور از روئے نفاذِ احکامِ اسلام دار العمل میں دونوں برابر ہیں پس اکتفاء بصورت کب معتبر ہے جب ساہی کی نماز کے لئے ثمرہ و میل ہے تو اس میں خوبی کیا جب ہر نماز میں ایمان کے اقرار و تصدیق کی بار بار تجدید ہوتی رہے گی تو بفضلِ الہی حسن انجام کی امید ہے خیال کرنا چاہئے ساری نماز سے فقط بوقت نیت حضورِ دل پر اکتفا کیا جاوے تو باقی اذکار و افعال کہاں گئے کیا ان اذکار و افعال میں کچھ ہے بھی کہ نہیں نفی ممکن نہیں اثبات کا قائل ہے تو کیا دل کا اثبات اس پر ضروری نہیں سمجھتا

خشوع و خضوع سے تو دو ہی رکعت کا دھیان لگا کر پڑھنا گناہوں کو مٹاتا ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت طلحہؓ نے فرمایا: جو کوئی دو رکعتیں پڑھے اور ان میں غفلت نہ کرے تو خدائے تعالیٰ اس کے سب پچھلے گناہ بخش دے اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا غَفَرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تفکر سے دو رکعت کا پڑھنا بہتر ہے ساری رات کے قیام سے کہ غفلت سے ہو شاید بعض مؤول کہے کہ

وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخَفُّوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ

[البقرة: ۲۸۴]

کا نزول لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا [البقرة: ۲۸۶] کے نزول سے نسخ ہو چکا ہے اور کسر حالت استغراق، محادثات نفسی سے ہے اور محادثہ نفسی کا سلسلہ علی الانقطاع رکتا نہیں سو ساری نماز میں حضور دل کا نگاہ رکھنا امکان بشریہ سے خارج ہے اور انسان اپنی طاقت تک مامور ہے پھر کیا نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیوے۔ سو اے معترض مؤول! اول تو نسخ اخبار میں کلام ہے اس پر اگر تو یہ کہے کہ سنن ترمذی میں ہے کہ ابو عیسیٰ ترمذی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ ابْنِ حَمِيدٍ نَاعِبٌ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ

قَالَ ثَنِي مَنْ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (إِنْ تُبَدُّوْا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ ۗ فَيُغْفِرْ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۗ) (البقرة: ٢٨٦) الْآيَةَ أَحْرَزْنَا قَالَ قُلْنَا يُحَدِّثُ أَحَدَنَا نَفْسَهُ فَيَحَاسِبُ بِهِ لَا يَدْرِي مَا يُغْفَرُ مِنْهُ وَمَا لَا يُغْفَرُ مِنْهُ فَتَزَلَّتْ هَذِهِ الْآيَةُ بَعْدَهَا فَتَسَخَّرَتْهَا (لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۗ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ) (البقرة: ٢٨٦)

اے ماول یہ وہ نسخ نہیں کہ تو مراد رکھتا ہے کما ستنبہ عنقریب اس میں اور اس کے مابعد کی دونوں حدیث میں غور کر کہ ان کی عبارت یہی ہے:

حدثنا عبد بن حميد نا الحسن بن موسى و روح بن عبادة عن حماد بن سلمة عن علي بن زيد عن امية ائها سالت عايشة عن قول الله تبارك و تعالى (إِنْ تُبَدُّوْا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ ۗ) (البقرة: ٢٨٦) وَعَنْ قَوْلِهِ (مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ ۗ) فَقَالَتْ: مَا سَأَلَنِي عَنْهَا أَحَدٌ مُنْذُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَذِهِ مُعَاتِبَةُ اللهِ (1)

(1)...معاتبة الله اي مواخذته بما اصابه من الذنب بما يصيبه في الدنيا من الحمى

الْعَبْدَ بِمَا يُصِيبُهُ مِنَ الْحَمَى وَالنَّكْبَةِ (1) حَتَّى الْبِضَاعَةَ يَضَعُهَا فِي يَدِ قَمِيصِهِ (2)  
فَيَقْتَدُهَا (3) فَيَفْرَعُ لَهَا حَتَّى إِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ دُنُوبِهِ كَمَا يَخْرُجُ التَّبْرُجُ (4)  
الْأَحْمَرُ مِنَ الْكَبِيرِ -

هذا حديث حسن غريب من حديث عائشة لانعرفه الامن حديث  
حماد بن سلمة حدثنا محمود بن غيلان ناو كيع ناسفيان عن آدم بن سليمان  
عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (إِنَّ تَجِدُوا مَا  
فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخَفُّوهُ يَحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ ۗ ط) دَخَلَ قُلُوبَهُمْ مِنْهُ شَيْءٌ  
لَمْ يَدْخُلْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُولُوا: سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا  
فَأَلْقَى اللَّهُ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: (أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا  
أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ ۗ ط [البقرة: ٢٨٥]) الى الآية: (لَا  
يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(1)...النكبة هي ما يصاب الانسان من الحوادث-

(2)...يد قميصه اى كم قميصه-

(3)...غم كند-

(4)...التبر هو الذهب والفضة قبل ان يضر بادر اهرم ودنانير فاذا ضر باكان عيناً

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا) قال قد فعلت<sup>(1)</sup> (رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إَصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا) قال قد فعلت<sup>(2)</sup> (رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۗ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاعْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ [البقرة: ٢٨٦]) الاية قال قد فعلت<sup>(3)</sup> هذا حديث حسن صحيح و قد روى هذا من غير هذا الوجه عن ابن عباس و فى الباب عن ابى هريرة و ادم بن سليمان يقال هو و الديحى بن ادم انتهى كلامه بلا نقص و زيادة و لو كان فيها ما لا مطلوب لهذا المقام لَانَّ تعلم ما المراد من نسخها و لم يسقط قطعة من العبارات لثلاثا نقول ان الناقل قد نقل البعض و ترل البعض

اس سے اگر تو نے تکلیف مالا یطاق کا نسخ نکالا ہے تو وہ خود پہلے ہی سے مکلفین پر لازم نہیں تھی بے شک بندہ اپنی طاقت تک مامور ہے طاقت سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکتا اور جہاں تک کر سکتا ہے وہ اس کی وسع میں داخل ہے بات تو یہی ہے

(1)...ای لاؤ اخذکم۔

(2)...ای لا احملمکم۔

(3)...ای عفوت عنکم و غفرت لکم و رحمتکم و نصرتکم علی القوم الکافرین۔

کہ صحابہ کرام کہ مغلوب موارد احکام وحی ہیں مغلوب الخوف ہونے کے سبب اپنی کل مخفیات پر پوچھے جانے اور معذب ہونے سے ڈر گئے ان کے اطمینان کو اگلی آیت میں پہلی آیت کے بعض امر مبہم کی تفسیر فرمائی گئی جس سے ان کے اندوہ کٹ گئے بحکم النظرۃ الاولیٰ لل و الاخریٰ علیہ جان گئے کہ دل میں جب کوئی امر مخطور خطور کرے بندہ کو چاہئے کہ اس خیالِ باطل کو دور کرے ایسا نہ ہو کہ اس خیال کی دل میں تصویر باندھ کر اسی میں الجھار ہے اور اگر ایسا کرے گا تو بیشک مواخذہ کے قابل ہے خواہ غفورٌ رحیم اپنے فضل سے عفو فرماوے پس اس تفسیر سے ان کے دلوں کے اندوہ کا نسخ ہو اور جو کہ حدیث عایشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں جس کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تحسین کرتے ہیں اس پر معاتبۃ اللہ کا ذکر نسخ کا نصوص نسخ اخبار ما تقدم سے ان کا ابا کرتا ہے اور وہی معاتبۃ اللہ جزا ہے خواہ دنیا ہی میں حمیٰ و کبیت و فقد ان بضاعت و غیرہ کے فزع کی کٹھالی میں کندن ہو نکلے اور مدلول و مفہوم حدیث ابن عباس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر جب محاسبہ خفایائے باطنیہ شاق گذرا تو نہایت اندوہ میں مضطرب ہو کر پیدیشگاہ نبوت میں عرض کیا پھر جب بارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صدق قبول دل سے سَمِعْنَا وَ اطَعْنَا کہا پر ثبات کیا اور از روئے عدالت خفایائے سرایر کے محاسبہ کو حق مانا تو باستحکام ایمان و متانت ایتقان قابل رضوان رحمن ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخبار منزل پر ایمان لانا بیان فرمایا گویا ان کی مدح کی اور



یہ تفسیر لَا یُكَلِّفُ اللّٰهَ سے بہ تفسیر تام ان کے اندوہ اضطراب کا ازالہ فرمایا اور  
 مکتسبات کی جزاء سے دوہرا کر خبر دی اور طریقِ دعاءِ تلقین کیا اور اس دعاء کی  
 تاثیر سے بزبانِ رسالت خبر دی کہ اے بندگانِ درگاہ جب تم نے صدقِ دل سے  
 پکارا: رَبَّنَا لَا تُوَاخِذُنَا آيَاتِهِ تُوِيں نے ایسا ہی کیا اور تمہاری التجا کو مان لیا نسیان  
 و خطاء پر درگزر کی چونکہ حاکم علی الاطلاق پر حکم نہیں اور اس کے احکام میں کسی کو  
 تنازع و تمناع کا دخل نہیں جو چاہے حکم کرے خواہ وہ حکم نہایت شاق ہو جیسے بعض  
 احکام پہلی امتوں پر تھے خواہ تکالیف مالا یطاق سے ہو لیکن میں نے تمہارے عجز پر  
 رحم کیا اور اممِ ماضیہ کے برابر بھاری بوجھ اٹھانے کی تکلیف سے بچایا اور جس کے  
 اٹھانے کی تم میں طاقت نہ ہو وہ بدرجہ اولیٰ معاف ہے اب دیکھ اس سے کہاں نکلا  
 ہے کہ مصلیٰ بحالتِ صلوة ہوا جس نفسانی کے انہماک میں مزے لے لے کر  
 محادثہٴ نفس میں اشتغال رکھتا ہے پھر اس کو گرفت نہیں اور بے شبہ اس کی نماز  
 قبول ہے البتہ قریب بانصاف تو یہ ہے کہ کہا جاوے کہ نماز میں جب کوئی خطرہ  
 گزرے تو ہیبتِ جبار اور حمتِ غفار کے مقابلہ میں اس کو ناچیز کرے اور خلوصِ توجہ  
 سے مستعینِ بحق ہو کر طے منزل مقصودہ میں ثابت قدم رہے واگر خواطر علی  
 التواتر و التوالی غلبہ کرتے رہیں تو یہ بھی اس سے اعراض کرتا رہے اور احکم  
 الحاکمین کے جلال و کبریاء سے ڈرتا رہے پس اگر ایمن ہو جاوے گا اور اپنے آپ کو  
 اس میں معذورِ مطلق سمجھے گا اور کھلم کھلا تلام خطرات میں تیرتا رہے گا اور بقدر

وسع خیالاتِ غیر مقصودہ کو نہیں روکے گا تو بڑا گستاخ ہے کہ اس دربارِ اقدس میں ایسے غیر مودبانہ برتاؤ سے شرماتا نہیں بلکہ برعکس اس کے تسویلاتِ نفس سے باثباتِ تاویلاتِ مغرور ہوتا ہے کیا انجانِ حاکم کی پیشگاہ میں کارگزاری کر رہا ہے کیا اس کا معبودِ علامِ الغیوب نہیں اس کے ضمائر و سرائر کو نہیں جانتا یا اس کے باطن کی نسبتِ ظاہر پر معبود کی توجہ زیادہ ہے کہ غالباً ظاہر کو سیدھا رکھتا ہے اور باطن کی کجروی کا مضائقہ نہیں رکھتا مآول کی راستبازی میں اس خیالِ باطل نے فتور ڈالا ہے کہ رفعِ خطرات کو محالات سے قرار دیتا ہے حال آنکہ یہ امر تکلیف مالا یطاق کی جنس سے نہیں کیونکہ بامدادِ الہی رفعِ خطرات کا ملکہ حاصل کر کے بتدریج محویتِ تامہ کے مرتبہ کو پہنچنا امکان رکھتا ہے البتہ یکبارگی یہ مرتبہ پانا نادر ہے بے شک مآول اپنے زعم سے ناقص ٹھکانے میں اڑا رہے گا ترقی کی امید مفقود ہے اور مستعدِ عالی ہمت روز بروز بہ تصفیہِ باطن و تزکیہِ نفسِ فائز بمقصود ہو گا انہیں والاہمتوں سے بعض حضرات کا ذکر کہ بروزِ قتالِ اعداء موقع دیکھ کر نماز پڑھنے لگے تو عین محویت و استغراقِ خاصہ کی حالت میں ان کے ٹخنے پر ایک ایسا تیر کاری بیٹھا کہ ہڈی میں دھنس گیا پاس والوں نے بخوف آنکھ پریکان کا زہر افسادِ طبیعت میں اسرع التاثر نہ ہو تیر کو ٹخنے سے بقوتِ شدید نکالا اور ان کو خبر نہ ہوئی بعدِ تحلیل و فراغِ صلوة باحساسِ الم ٹخنے کو دیکھا تو لہو چلتا دیکھ کر بولے کہ مجھے کیا ہوا پاس والوں نے عرض کیا کہ کیا حضرت آپ تیر کے لگنے اور نکالا جانے سے بے خبر ہیں فرمایا واللہ

مجھے کوئی خبر نہیں میں تو نماز میں تھا اور بعض حضرت مچی آگ میں جلتے حجرے سے دوڑتے ہوئے باہر نکلے تو لوگوں نے عرض کیا کہ کیا جناب آپ اب تک اندر ہی تھے حجرہ تو دیر سے جلتا ہے خدا کا شکر آپ جلنے سے بچے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھ کو اس آگ کی قبل از سلام نماز خبر ہی نہیں ہوئی البتہ بعد تحلیل سینک کی تیزی نہ سہار سکا اور بامداد الہی زندہ باہر نکلا ہوں دیکھو ابھی تک مآول اس سے بہت نیچے رتبہ کے استغراق کو محال یقین کرتا ہے اور مردانِ خدا عالی ہمت بتوفیق الہی بالتزامِ ادب و خشوع اس پایہ بلند کو پہنچے ہیں اے طالبِ صدق و صفا اے شائقِ اقتدائے مردانِ خدا تو دم بدم قدم بقدم تحصیلِ ملکہِ صفا میں سعی کئے جا اور حالتِ قبض و بسط میں بالتزامِ صبر و شکر طلبِ صادق سے ہاتھ مت ہٹا احیاناً ترفع و سادس میں مجبور بھی پڑ جائے تو رحم الراحمین کے عفو و کرم سے امید واثق ہے کہ تجھے معذور کہا جاوے مگر تو مجاہدہ میں ڈھیلا مت ہو کہ موافق وعدہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت: ۶۹] تجھ کو بلا لیں گے اور بارگاہِ بے نیازی سے تجھے قبولِ نیاز مندی کی بشارت دیں گے اور خالی ہاتھ نہ پھیریں گے۔ اے نفس کے دھوکے میں پڑے مغلوب الخطراتِ مصلیٰ تیرا حفظِ ادب کا وضو ٹوٹا ہے اور تو بجز م تجدیدِ طہارت مستعد نہیں کہ تیری نماز کی بناء درست ہو اور حتماً تجھے نمازی کہا جاوے تو پھر اس نماز پر نازاں ہے تمثیلاً بیان کیا جاتا ہے کہ ایک اہل حاجت شاہنشاہِ عالیجاہ کی پیشگاہ میں مؤدب کھڑا اپنی حاجات عرض کر رہا ہو اور

شاہنشاہ بالتفاتِ کریمانہ اس کی معروضات پر دھیان لگا رہا ہو اس وقت اس بیچارے کو پیٹ کی ریح کا تقاضا لاحق ہووے تو پھر یہ سمٹتا اور دم چڑھاتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ تقاضا رک جاوے مگر بحالتِ مجبوری اس کی ریح کا خروج باواز ہو گیا یہ اُس وقت عرقِ تشویر میں ڈوبا جاتا ہے اور شرم کے مارے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور نخلت کے دباؤ سے قریب ہے کہ زمین کا تختہ عرق ہو جائے تو یہ اس میں عرق ہو جائے حیا کے مارے آنکھ نہیں اٹھاتا مگر شاہنشاہ نے جانا کہ اس سے جو کچھ صادر ہو ایہ اُس میں معذور ہے اور پاسِ ادب سے نہیں گزرا اس کی رفعِ قلق کے لئے جتلا یا جاتا ہے کہ اے مسکین تو اپنے امر میں معذور ہے اور تیرے حال پر درگزر ہے بے کھٹکا اپنا مدعا عرض کئے جاتیرے اس قصور کے سبب مراحم شاہانہ سے کچھ کم نہ ہو گا۔

خیر اس نے بہر تقدیر اپنا مقصود عرض کیا اور کامیاب ہو ا پھر ایسا ہی ایک اور محتاج بنا، بر عرضِ حاجاتِ حاضری کے مقام میں کھڑا ہوا عین عرضِ مدعا میں اس سے بھی وہی کچھ صادر ہوا کہ پہلے شخص سے ہوا تھا مگر اس کو معلوم تھا کہ اس امر پر مجھ سے پہلے پر کوئی الزام وارد نہیں ہو اس لئے یہ نہ شرمایا اور نہ اپنی اس خطا کو سوء ادب سمجھا اپنا مقصود عرض کئے گیا اور قصورِ مصدرہ کا مضائقہ نہ جانا شاہنشاہ نے بسبب وقار شاہانہ اس کی اس رذالت کو اس پر چتارا تو نہ مگر اس کو صلاحیتِ حضورِ بارگاہ سے بعید سمجھا تیسرا اور محتاج اپنی عرضِ حال کو کھڑا ہوا تو

اس کو بھی تقاضائے ریح محسوس ہوا پہلے دونوں ساتھیوں کا حال جاننا تھا عدم مؤاخذہ نے اس کو بقدرے گستاخ کر دیا کچھ تو اسے تقاضا کی بھی شدت نہ تھی باختیار روکتا تو روک سکتا تھا مگر کچھ پروانہ کی اور یہی باختیار خود گستاخانہ ریح کو بزور چھوڑ دیا اور پیچھے سے اپنی سفاہت کے سبب ہنس پڑا اس کا فعل نہایت ناگوار ہوا بے شک اس کو جلالِ شانہ شاہی کی سیاست سے کچلا جائے گا اور اس کے سوء ادب پر اس کو تعزیر لگے گی اور دربار سے نکلوا یا جائے گا اور اس کی کامروائی پر التفات نہ فرمائی جائے گی سواہل خطرات نمازیوں کے حالات کو اس پر قیاس کرو کہ ان میں سے کون قابلِ عفو ہے اور کون گستاخ ہے اور کس پر تعزیر واجب ہے پہلا جو شخص اپنی اصلاح کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور سمجھائے پر بمصد ایت یضلل بہ کثیراً قبول ہدایت سے اعراض کر کے کہتا ہے کیا ہم نماز چھوڑ دیں اور بایں ہمہ بے سرو سامانی اپنی ظاہری کارگزاری سے حق پر منت رکھتا ہے تو اس کے عمل میں امید خیر کیا ہوگی استکبار طبعی دیکھو تو کسی کو اپنے سامنے ذرا بے ادب دیکھے تو پیٹ چاک کرنے کو تیار ہوتا ہے اور اپنے مالک کے سامنے خود بے ادبی سے پیش آتا ہے پھر اپنے پر تعزیر لگاتا نہیں اور ریاضت کے تازیانہ سے اپنے نفس بد لگام کو ادب نہیں کرتا کیسا انصاف سے گزرا ہوا ہے لیتا ہے تو زیادہ تولتا ہے، دیتا ہے تو کم دیتا ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ [المطففين: ۱] زبان سے ہی پڑھتا ہے گلے سے نیچے نہیں اترنے دیتا اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا بِفَضْلِكَ كَسَى كُوْتَاہِ اَنْدِيشِ كُو جَنْبِ فَاَرْوَقِ الْاَكْبَرِ كَا مَحَالَتِ

صلوٰۃ نصبِ اعلامِ جنودِ اسلامِ تذبذب میں نہ ڈالے کہ وہ تشغیلِ دلِ بماسوی اللہ کی قسم سے نہیں بلکہ یہ کشفِ اتم کا نتیجہ ہے کہ عین استغراقِ شہودِ خاصہ میں ان کی قوائے مدبرہ کے سامنے بہ پیرایہٴ صورتِ جلوہ گر کیا جاتا تھا جیسا جناب رسالت ﷺ کے پیش گاہِ مشاہدہ میں بحالتِ صلوٰۃ جنت کا نمودار ہونا اور خوشہٴ انگور کا لٹکایا جانا اور اس کے پکڑنے کو دست مبارک کا پھیلانا پس معاذ اللہ اس میں کیا کہا جائے گا کہ حضرت ﷺ اس وقت مشغول بماسوی اللہ تھے نہیں بلکہ ان کے حالاتِ عظیمہ ان کے غیر کے ادراکِ مدرکات سے بہت اونچے ہیں ان کے دلوں کو اشتغالِ بغیر اللہ کی نماز کے وقت فرصت کہاں پھر دیکھو یہ وہی فاروقِ اکبر ہیں جن پر بوقتِ خطبہ کہ مشابہٴ بصلوٰۃ ہے سیکڑوں کو س سے دامن کوہ میں ساریہ کا حال مکشوف ہوا تھا اور عین خطبہ میں مدینہ منورہ کی مسجد سے پکار کر نمازیوں کو بالتزامِ استظہارِ جبلِ متنبہ کیا اور مجاہدین نے ایسی مسافتِ بعیدہ سے ان کے پکارے کو سنا اور بہ تعمیلِ ارشادِ انہزامِ معاندین سے نصرتمند ہوئے چنانچہ مشکوٰۃ شریف کے باب الکرامات میں بروایت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وارد ہے کہ

اِنَّ عَمَرَ بَعَثَ جَيْشًا وَاَمَرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعَى سَارِيَةَ فَبَيْنَمَا عَمْرٌ يَخْطُبُ  
فَجَعَلَ يَصِيحُ يَا سَارِيَةَ الْجَبَلُ فَقَدِمَ رَسُولٌ مِنَ الْجَيْشِ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ  
لَقِيْنَا عَدُوْنَا فَهَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَاحِبِ يَصِيحُ يَا سَارِيَةَ الْجَبَلُ فَاَسْتَدْنَا ظُهُورَنَا اِلَى  
الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى

کیا کوئی نا تمام اس کو تشغل بالغیر سمجھے گا اگر یہ حضورِ خاصہ کے خلاف نہیں تو وہ بھی نہیں پس اے سعادت کیش اپنی پست ہمتی کو چھوڑ اور بقدرِ طاقت سعی کرتا رہو یونہی روز کی ریاضت اور عادت پذیر ہونے سے تو انسِ حق کا مانوس ہو جائے گا اور جلوہٴ رحمت تیری کار سازی کرے گا ہوتے ہوتے تجھے سچ مچ کی نماز سے بہرہ ور کریں گے والعیاذ باللہ اور اگر نہ کریں تو مجبوری ہے اپنا تو دریغ نہ رہے کہ نہ کیا۔ اور اگر تو بدون صرفِ ہمت پہلے ہی سے ڈھیلا اور در ماندہ ہو بیٹھے اور اپنے دل کی بیماری کا مداوا نہ کرے اور سمجھے دیکھا جائے گا جو ہو سو ہو یہ تیری نامردی اور ضعف کا نشان ہے تجھے کئی دن سخت بخار ہو جائے اور حرارت سے تیرا کلیجہ پٹنے لگے اور تیرے پاس کچھ دام بھی ہوں اور تجھے اپنے مرض کی تشخیص بھی ہو گئی ہو اور دوا سازی کا بھی وقت ہو تو اے بزدل امید نہیں کہ تو اس وقت اپنا علاج نہ کرے حال آنکہ اس میں اغلب ہے کہ یہ شربت رفعِ بخار میں اتنی تاثیر نہ رکھے جس درجہ تک معالجہٴ روحانی کو دل کی توجہ کفایت کرتی ہے۔ اس سے یہ نکلا کہ نفد الحال کا دکھ سکھ تیرے حال پر ایسا موثر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کے وعدہ و وعید تجھ میں اتنا اثر نہیں کرتے اب اپنے ایمان کا پاؤں جانچ۔ ہلتا ہے کہ مستحکم ہے۔ بعض لوگوں کو یہ بھی روگ ہے کہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں آیت یا حدیث تو منافقین یا مشرکین کے حق میں ہے اس سے ہم مصدقین کو الزام کیسا اس کا جواب ہے کہ یہ آیات و احادیث اُن اشقیاء کی شان میں ہیں جن

کے اعمال و افعال اسی لائق تھے اور اگر تیرے اعمال بھی ایسے ہی ہیں تو خود سمجھ لے کس کی شان میں ہیں یوں تو تم سارے ہی کلام اللہ کے اوامر و نواہی کو اسی وقت طبقہ الناس پر الٹا دو گے اور خود فارغ ہو بیٹھو گے اے ہوائے نفسانی کے پیرو آنکھیں کھول اور ہوشیار ہو جا اور تاویلوں کی آڑ میں غیر مقید نہ ہو اور اپنی تقید اور پابندی کو دیکھ اور مہلت کو جانچ اور اپنا حساب کر اور اپنے علم پر غرہ مت ہو تیرے پاس بحر علم سے قطرہ بھی نہیں اور جو قدرے ہے تو اس سے اپنی نجات کی راہ تلاش کر اور مت سمجھ کہ نرا علم بلا عمل تجھے کسی ٹھکانے پر پہنچائے گا بلکہ علم بے عمل تیری تعذیب کے لئے حجت ہے۔

کما قال النبی ﷺ: أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَمْ يَتَنَفَّعْ

بِعِلْمِهِ

جس صاحب علم نے اپنے علم سے خود انتفاع نہیں کیا قیامت کو اُسے سب سے زیادہ سخت عذاب ہو گا۔ اے جانِ من! تو جب درستی نماز میں اپنے آپ کو مصروف رکھے گا اور تیری سعی ٹھکانے لگے گی تو تو سب خوبیوں سے مالا مال ہو جائے گا مکارم اخلاق کا کوئی شعبہ تجھ سے باہر نہ رہے گا اور تیرے ذمائم کا پورا استفراغ ہو جاوے گا اور تیرا ایمان رنگِ تلون سے چھوٹ کر تمکن کی یک رنگی میں اثبات پائے گا اور تیرا نفس امارگی کو چھوڑ کر برتبہ اطمینان مشرف ہو گا بعون اللہ تعالیٰ و بفضلہ اس میں اصل تو دوام حضور ہے و بوقت عبادت علی الاختصاص کہ



حضرت ﷺ نے أَخْبَرَنِي عَنِ الْإِحْسَانِ کے جواب میں فرمایا:  
 أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ تَعَالَى كَمَا تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ جب بندہ اپنے مالک کی خدمت میں اپنے مالک کو دیکھتا ہو گا ادھر ادھر التفات کرنے کا نہیں اُس کے جلال سے بے شک ڈرتا رہے گا پھر اگر تو اُس کو دیکھتا نہیں ہے تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے ظاہر کو بھی باطن کو بھی پہلی وجہ کو محققین نے مشاہدہ سے تعبیر کیا ہے اور دوسری کو مراقبہ سے اور مشاہدہ میں مراقبہ خود داخل ہے اپنے دل کا جہان ٹھکانا ہے عمل میں لاوے یہ حکم سب عبادات میں ہے اور نماز کہ افضل الاعمال و اکمل العبادات ہے اس نگہداشت سے رہ گئی تو منصف خود جانتے ہیں کہ کس رتبہ کے ہوئی بے شک نماز کا پڑھنا آسان نہیں اور اس کو چھوڑ کر بھی ٹھکانا نہیں سو ضرور ہو کہ نماز بہر حال پڑھی جاوے اور صحت سے پڑھی جاوے پس جب تک بندہ اس کی ادائیگی کے ڈھنگ کو دل کی تہہ میں نہ بیٹھاوے اور سرسری طور پر غفلت سے جیسے ہوئی ویسے ہی کافی سمجھے نمازی نہ ہو گا ہم اللہ سے اس امر اہم کے پورا ہونے کی توفیق مانگتے ہیں اور اُسی کی اعانت پر بھروسا ہے۔ واللہ الموفق و ہو المستعان۔



## الْمَعْدَةُ الْأُولَىٰ فِي تَحْقِيقِ الْمُوجِبَاتِ لِتَصْحِيحِ الصَّلَاةِ

انسان نماز جب پڑھ سکتا ہے کہ پہلے تصحیح عقیدہ بطور اہل سنت و جماعت پر بخوبی کر چکا ہو پس اگر اعتقاد میں ابھی کچھ کدورت باقی ہے تو ہرگز تصحیح صلوة پر مستطیع نہ ہو گا۔ پھر بعطیۃ الہی بعتایائے چند ممتاز فرمایا گیا ہو اول یہ کہ اس کے خطرات رک جائیں اور غیر مقصودہ خیالات کے ارتقاع پر اسے قادر کیا گیا ہو اور نماز میں جو خطرات خطور کرتے ہیں وہ اپنے درجات افساد کے اعتبار سے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک یہ کہ انسان غیر کے سامنے انکا اظہار کرنے کو موجب ننگ سمجھے جیسے منکرات و نواہی کے خیالات سو ان میں الجھنا ترک المحبوب لاجل المغضوب کے قبیل سے ہے دوسری قسم وہ کہ نمازی کو انکا اظہار اپنی بلاہت و سفاہت کا نشان معلوم ہو اور بحالت غیر نماز اس کو مباح سمجھے جیسے امور مباحہ لایعنی و ترددات دنیوی کے خیالات اور ان میں پھنسنا ترک المعلوم لاجل الموهوم کی جنس سے ہے تیسری قسم وہ کہ ان کا اظہار اس کو بسبب اختیار ترک الموجود لاجل المفقود ملزم ٹھہراوے اور وہ خیالات خارج نماز میں مورث ثواب ہوں جیسا بحالت سجدہ تفہم سہام و رشہ میں شاعل ہونا پس نماز میں ان تینوں قسم کے خطرات

کار تقاع اور حقایق مستحضره سے استمتاع اور انانیت موہومہ کا استرجاع مقصود کلی ہے اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر بتقدم ادا مان حضور اور ادا مان حضور میسر نہیں آتا مگر بتاثر تاثر موثرات صفات حقانیہ اور بتاثر موثرات متاثر نہیں ہو سکتا مگر باستبصار صدور افعال از مبدئی حقیقی فعال یہ سلسلہ اگرچہ بحکم اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُتَّقٰی اپنے ٹھکانے پر منتہی ہوتا ہے اور مشیت ربانی و توفیق حقانی پر منحصر ہے لیکن بنا بر تفہیم فرض وقت یہی بس ہے کہ کہا جاوے کہ بندے کو اپنے استکمال پر ساعی ہونا ضروریات سے ہے اور ادائے صلوة مفروضہ کا موجب ہے بر عکس اس کی ترجیح جبر یا قدر افراط اور تفریط اور ضلالت ہے اور انحصار خیر بالوسط ہے باوجود ایمان بالقدر اختیار پر بھی گرویدہ ہونا مستحکم سولماک امر انسان کے لئے استکمال ہے بلا اختصاص وقت دخول فی الصلوة ورنہ نماز مامور بہا سے عہدہ بر ہونا متعذر ہے موجب صحت اداء صلوة اور یہ ہے کہ نمازی کے ذہن میں متحقق ہو چکا ہو کہ جس واحد لا شریک کی تعظیم کو سرگرم ہوا ہے اُس کی عظمت کیسی ہے اور یہ جانے کہ میرا کیا پایہ ہے اور مجھے اس ذی الملک والملکوت سے کیا نسبت ہے اور اُس کی تعظیم مجھ پر واجب ہونے کے کیا دلائل ہیں اور مجھے اُس کی کتنی احتیاج ہے اور اسے میری پروا ہے یا نہیں اور میں اُس کی تعظیم نہ کروں تو اُس کا کچھ بگڑتا ہے یا میرا اور یہ معلوم کرنا کہ نماز کس رتبہ کا تقرب اور فضیلت ہے اور اس کا لزوم کس درجہ کا ہے اور اس کو بندے اور خدا کے درمیان کیا لگاؤ ہے اور اس کے اداء کرنے میں

کہاں تک کامیابی ہے اور اس میں فضل کیا ہے جس لئے اس کو افضل الاعمال واکمل العبادات مانا گیا اور اس کا ترک کس ٹھکانے کا حرمان ہے اور یہ سمجھنا کہ جس لطیفہ جامعہ کے ذریعہ سے نماز کا لزوم اور دساتیر ادا اور اس کے ثمرات کا پتہ لگا وہ کس رتبہ اختصاص کا لطیفہ ہے اور اس کی برکات کا پھیلاؤ کیسے شکر یہ کا موجب ہے اور اُس لطیفہ جامعہ کو نماز سے کیا لگاؤ ہے اور اس کی اختصاص نماز کس رتبہ اعلیٰ کا نتیجہ ہے۔ سو جب تک یہ اتنی باتیں دل کے نصب العین نہ ہوں بے شک نمازی کی غفلت نہ ہٹے گی اور خشوع میسر نہ ہو گا اور نماز اس پر ثقیلہ و کبیرہ ہو گی سو اس سعادتِ ادراک سے اگر تجھے نقد الحال نہیں ہے تو باستمد ادروشنی صدور مکملین اس گوہر گراں بہا کی اپنے باطن کے ظلماتِ جہلستان سے تلاش کر کہ اسی ظلمات میں چشمہ حیاتِ ابدی ہے پھر جب تجھ پر یہ اندھیرا اجالا ہو گیا اور تو عین الحیوان حقیقہ سے سیراب ہوا تو پھر مرگِ مجازی تیرے حال کی خوبی کو سرمونہ گھٹاؤے گی بلکہ آمیزشِ اکدار سے صفا کر دے گی۔

واگر تجھے ابھی ایسے مردوں کا پانا متعسر ہو تو سلف صالحین و علمائے ربانین کی تصانیف کا مطالعہ لازم حال سمجھ لے اور ان کی دعوت کو مان اور ان کے اشارہ پر چل اور تفکر و تذکر کو ہاتھ سے مت دے اور اپنے دل کو اس پر عادی کر اور آنکھ کان اور دل کو نایدینی و ناشنیدنی و نااندیشدنی سے بچا اور صدقِ طلب و مشقتِ سعی سے مت گھبر اور وقت کو غنیمت سمجھ اور اجل کو حاضر جان اور طولِ امل کو اکھاڑ

اور امید رکھ کہ جب تجھے اُدھر جھکا یا ہے تو ضائع نہ چھوڑیں گے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ [التوبہ: ۱۲۰]

وَإِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ [اعراف: ۵۶]

جب تیرا میلان حق کی طرف ہے تو جان لے کہ اُدھر سے پہلی نظر رحمت ہوئی ہے تو تجھے شرفِ توجہ حضور کا تاج پہنایا گیا کیونکہ تقدیم بارگاہِ غناء سے ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۝ و اگر اُدھر سے اعراض ہوتا تو اس طرف سے کوسوں بھاگتا کہ تیری مشیت حق کا مظہر ہے۔

وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ [التکویر: ۲۹]

تو حکم کے اشارہ پر چل رہا ہے جب تجھے یہ اعزاز حاصل ہے تو اتنے پر ہی بقدر طاقت شکر کر اور ترقی کی امید رکھ اور مستدعی کمال رہ اور شکر سے کبھی غافل نہ ہو اور کہتا رہ۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا ۝ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ

هَدَانَا اللَّهُ ۝ [اعراف: ۴۳]

اور اطاعتِ شریعت کو مقصودِ کلی سمجھ اس مقام میں بضمنِ رکعتِ ثالثہ مسودہ رسالہ ہذا میں سلسلہ استبصار و تحصیل موجباتِ ادائے صلوٰۃ سے بقدرِ ضرور مذکور ہوا تھا اب بعد تسویدِ رسالہ بالتمام مناسب معلوم ہوا کہ رکعتِ ثالثہ کے بیان کا رسالہ بنام ”إِقْفَاطُ الشُّرُودِ“ نامزد کر کے نرالا لکھا جاوے تو مناسب تر ہو اور

وظیفہ اختصار کے خلاف عمل میں نہ آوے اور اصل رسالہ ”مأرب الخاشعین“ اپنے تبادر میں مستقل رہے کہ ہر موجز مایہ کے لئے سریع الفہم معلوم ہو اور رسالہ ایفاظ الرقود بسبب جامعیتِ دقائق حقائق اپنی اصالت پر جلوہ گر ہو با آنکہ ما رب الخاشعین کے دیکھنے والا جب تک ایفاظ الرقود کو بہتمام و کمال نہ دیکھے گویا ایک اقل حصہ پر قانع ہو اور مسودہ کے بیانِ رکعتِ رابعہ کو رکعتین پر منقسم کیا۔



السُّرُوطِ قَبْلَ دُخُولِهَا

السُّرُوطِ قَبْلَ دُخُولِهَا

اے عزیز! جب نماز کا وقت ہونے لگا تجھے تکاسل و تغافل و تساہل کا چھوڑ دینا لازم پڑا ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے جاتا رہے اور بوقتِ مطالبہ امانت ہاتھ پر ہاتھ ملنا پڑے اور پھر گزرا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ حدیث عَجَلُوا بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْفَوْتِ وَ عَجَلُوا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ کے استحضار سے بے بہرہ نہ رہے اچھے وقت میں نماز کو قائم کرے نماز میں داخل ہونے سے پہلے مہماتِ ضروریہ سے فراغ حاصل کرے تاکہ بحالتِ نماز اس کو کسی طرف کا خلیجان نہ رہے بول براز وغیرہ ضروریات سے فارغ ہو لے کوئی ضروری کام کرنا ہے تو کر لے بھوک پیاس وغیرہ احتیاج ہے اور مفطر ہے تو کھاپی لے اور دل کسی مہم میں مشغول ہے تو بشرطِ امکانِ فراغ اس کو پورا کر لے ورنہ دل سے وعدہ کرے کہ میرے سر پر امر اہم کا بوجھ پڑا ہے اس سے بریت حاصل کر لوں تو مہم موجودہ کی تدبیر پر اشتغال کیا جاوے گا بالفعل مجھے معاف رکھا جاوے اور اگر بسبب اشتغالِ نفس دل اس مصلحت کو نہ مانے تو اپنے مالک سے استعانت کرے اور نفسِ شریر کو جھڑکے اور تعوذ کرے اور اپنے عجز و احتیاج پر اور جلالِ جبروتِ ربانی پر غور کرے اور اپنی مہم کی ناپائنداری اور خفت کو نماز کی بقائے تاثیر و گراں قدری کے مقابل میں وزن کرے

اور سچ مچ کی نماز پڑھنے والوں کے حالات کو یاد کرے کہ انہوں نے نماز کو کیسا جانا ہے اور کیونکر پڑھا ہے اور بوقتِ ادا ان کا کیا حال پایا گیا ہے اور احمائے نفسانیت میں اس وقت ان کے صدقِ معاملت کا کیا پایہ ہے اور دنیا و مافیہا کو نماز کے مقابلہ میں کس رتبہ پر رکھا ہے علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عاداتِ کریمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بتا شیر ہیبتِ معبود بوقتِ نماز آپ کا رنگ ایسا متغیر ہو گیا ہوتا تھا کہ پہچانے نہیں جاتے تھے کیونکہ آپ کی اصلی رنگت آب و تاب میں عقیقِ یمانی کو مات کئے جاتی تھی اور نماز کے وقت یہ حال تھا کہ گویا زعفران میں رنگے ہیں۔ سبب پوچھا گیا تو لرزتے ہوئے فرمایا کہ کیا جانتے نہیں ہو کہ کس کے حضور میں یہ حال ہوتا ہے اور کہاں کھڑا ہوا ہوتا ہوں اور کس امید و بیم کے تصادم میں یہ شکستگی رنگِ رُو ظہور میں آتی ہے ایسا ہی ان کے پوتے حضرت زین العابدین کا حال مروی ہے کہ وضوء کرتے وقت ان کا رنگ خوف کے مارے نہایت زرد ہو جاتا ہر روز کے دیکھنے والوں نے پوچھا کہ وضوء کے وقت آپ کا یہ حال کیوں ہوتا ہے فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے کس کے سامنے کھڑے ہونے کا وقت آیا اور کس معراج کی چڑھائی ہے حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک دفعہ اپنے کھجوروں کے باغ میں نماز پڑھتے تھے باغ کے درختوں کی گنجان ٹہنیوں کے جھرمٹ میں ایک چڑی اڑتی اور نکلنے کو راہ نہ پاتی تھی بحالتِ نماز ان کا دھیان ادھر ہو گیا اور دل کے اس تشغل میں تعدادِ رکعات بھول گئے اپنے نفس کی خامکاری پر روئے اور اس



قصور کے کفارہ میں وہ سارا باغ صدقہ کر دیا۔

کسی نے حاتمِ اصم سے ان کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں جب نماز کو مستعد ہوتا ہوں تو خوب احتیاط سے برعایت تمام آدابِ تربت و وضو کرتا ہوں اور نماز گاہ میں آکر اپنے اعضاء برقرار کرنے کو بیٹھ لیتا ہوں پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اللہ اکبر وہ کس جلال کا وقت ہے اور استقبال کے وقت قبلہ کو اپنے دونوں ابرو کے بیچ میں رکھتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ پل صراط پر کھڑا ہوں اور اس پر میرے دونوں پاؤں ہیں گویا دل کا پاؤں پھسلا تو کٹ کر گر گیا اور جنت کو عن الیمین اور نار کو عن الشمال تصور کرتا ہوں اور عزرائیل کو اپنے پیچھے کھڑا پاتا ہوں کہ میری جان نکالنے کو حاضر ہیں اور اسی نماز کو صلوة الوداع خیال کرتا ہوں اور نماز کے درمیان خوف ورجاء کی لہروں میں تیرتا ہوں ڈوبتا ہوں اور اخلاص کو کسی دم میں نہیں بھولتا ہوں یونہی انجام پر پہنچتا ہوں تو ڈر کے مارے کانپتا ہوں اور روتا ہوں کہ قبول ہوئی یا نہیں اور عجز کا ہاتھ پھیلاتا ہوں یا ارحم الراحمین تیرے عاجز بندہ سے یہی ہو آتا ہے تو ہی توفیق دے تو سچ مچ کی نماز نصیب ہو بالجملہ مقربانِ بارگاہِ عزت ایسی ہی نماز پڑھتے ہیں جہاں تک ان سے توافقی اعمال ہو گا اتنا ہی ایصالِ بقرب قبول متحقق ہو گا ان حضرات کو بھی پہلے ہی دن یہ پایہ میسر نہیں ہوا بتدریج اس موہبتِ عظمیٰ کو پہنچے ہیں سو ایسی نماز بندہ جب پڑھے گا کہ اس کے دل پر خدا کی محبت و ہیبت غالب ہو رہی ہو اور مطالبِ دنیوی کی آگ بجھ چکی ہو اور

اس نے جان لیا ہو کہ تعلقاتِ دنیوی سے اس کے لئے بقدرِ کفایت امور کا تردد کرنا چاہئے سو بھی اپنی اوقات مخصوصہ پر باقی اوقات یا ایزدی میں صرف ہونے لازم ہیں اور دنیا کے دھندے صرف وصولِ مقصودِ عبادتِ خالصہ کے وسائل ہیں اور جو کام وسیلہ عبادت نہیں اور جس میں رضائے مولائے کریم مطلوب نہیں وہ لغو ہے یا نقصان کسی کو دوست جانے تو اس کے لئے، کسی چیز کو مغبوض سمجھے تو اس کے لئے، دیوے تو اس کے لئے، امتناع لاوے تو اس کے لئے، جو ایسا نہ ہو تو فقط نماز کے وقت حضورِ تام میسر نہ ہو گا جو کہ باوقات دیگر دل میں میل آ گیا ہے فقط بوقت نماز تھوڑی سی دیر میں دھویا جانے کا نہیں ہاں جب دل لذتِ نماز سے چاشنی گیر ہو گا تو اقل وقت ہو گا کہ یہ نماز میں نہ ہو اس وقت حضورِ جنابِ قدس کے پیرائیہ سے پیراستہ ہو گا اس وقت کے پہلے اس کا ظاہر بھی اکثر اپنے عمل میں نقص سے خالی نہیں ہو گا۔

چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بحالت نماز اپنی داڑھی میں ہاتھ پھیرتے دیکھا تو فرمایا کہ اس شخص کا دل خشوع کرتا تو بیشک اس کا بدن بھی خاشع ہوتا پس جس کا دل ہی خشوع کی نعمتِ عظمیٰ سے بے بہرہ ہے اس کے اعمالِ جوارح کا کیا اعتبار۔ اے مصلیٰ! اہتمام نماز کے لئے جو چیز پہلے تیری تیقظ کو قرار پائی ہے وہ اذان ہے کہ موزن باوازِ بلند تجھے متنبہ کرتا ہے اور اللہ کا ذکر یاد دلاتا ہے کہ تو اپنی اصلاح اور فلاح پر مستعد ہو جائے سو جس وقت تیرے

كان میں کبریائے ایزدی کا پکارا پنچے تو چاہئے کہ قیامت کے دن کا وقت ظہور جلال کبریائے الہی تیری یاد میں گزرے بلکہ چشم دل کے سامنے مشاہدہ حشر اجساد بلا ریب جلوہ گر ہو اور سمجھے کہ یہ منادیِ ندائے قیامت سے مشابہ ہے ایک دن ہم نے اسی طرح سجدہ کو پکارے جانا ہے پس اگر دل کی رغبت اور اشتیاق تمام سے اس منادی کی ندا کو تو نے قبول کیا اور بصدق دل تصدیق کامل سے تو اس کی اجابت میں مشغول ہو تو فردا بھی امید ہے کہ اُس وقت کے پکارا جانے پر تجھے بشارتہ و بشارت ہوگی۔ العیاذ باللہ اگر ضیق صدر محسوس ہو ہے تو فردائے قیامت کو بھی یہی امید رکھ اذان کی اجابتِ الفاظ و تیقن معانی واجب ہے تہ دل سے اس کی تصدیق بڑا فرض ہے کیونکہ اس میں بتجدید تصدیق و اقرار ایمان کا تکرار مطلوب ہے اور بعد اجابت تعمیل میں بھی تاخیر کا جواز نہ سمجھے سلف کا یہ حال تھا کہ اگر تپے ہوئے لوہے پر مارنے کو لوہار نے اپنا ہتھوڑا اوپر کو اٹھایا اور بانگ سنائی دی تو یونہی ہاتھ کو مع ہتھوڑا ہوا میں رہنے دیا اور اجابتِ اذان میں مشغول ہوا جھٹ پٹ حاضر جماعت ہو گیا اور تپے لوہے کو اہرن پر ہی چھوڑ آیا اور ایسا ہی اگر موچی نے جو تاسیتے وقت درفش کو دھسایا اور اذان کا پکارا کان میں آیا درفش کو نکالا نہیں وہیں کا وہیں چھوڑ دیا اور اجابت کو قائم ہو گیا اور بلا تاخیر مسجد کو چل دیا اوزاروں کو سنبھالا نہیں۔

پھر نماز کے لئے طہارت شرط ہے طہارت کے درجات ہیں اضافی اشیاء

سے لے کر اس کے عین تک طہارت ضرور ہے اشیائے بیرونی سے نمازی کے قدم گاہ اور سجدہ گاہ کی طہارت فرض ہے اور جن کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھتا ہے اور سارے بدن کی پاکی نجاستِ حقیقی اور حکمی سے شرط ہے اور نجاست کے بھی مدارج ہیں بعض کی نسبت بعض خفیفہ ہیں اور بعض غلیظہ اور اغلظ الانجاس باطن کی پلیدی ہے اور نقاوت و نظافتِ ظاہری اس اصل کا لباس ہے کہ نفیس چیز کو ستھرے برتن میں رکھا جانا لائق ہے پھر اس پر پاکیزہ پردہ دے کر مقامِ طاہر میں دھرا جاتا ہے جس نے اپنے ظاہر کو پاک کیا اور باطن کو ناپاک رہنے دیا ایسا ہے کہ نجاست کو پاک برتن میں رکھ کر پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ پر دھر دیا۔ طہارتِ نفس اگرچہ بلا تخصیص وقت نماز ہر حال میں ضروری ہے مگر بحالتِ نماز شرطِ مؤکد تر ہے جیسا ظاہر کو انجاس و ادناسِ ظاہری سے پاک و صاف کیا ویسا ہی اپنے نفس کو ذمائمِ اخلاقیہ کی نجاست سے پاک کرنا شرطِ وصولِ مدعا ہے اور اصل مقصود نماز سے ہے بھی یہی طہارتِ ظاہری آبِ طہور و تَیْمَمٌ سے حاصل ہوتی ہے اور نفس کی طہارت آپ دیدۂ ندامت کیش کی نہر جاریہ اور تیمم شرطِ توبہ نصوح سے تاثرِ ہیئتِ سلطانِ جبروت کے وضوء پر ظاہر کا وضوء نور علی نور ہے غیر طاہر باطن کی نماز نظافتِ ظاہر کے اتمام شرائط سے غیر طاہر مقام میں موثر نہ پڑے گی اور مفید مطلب نہ ہوگی پس اگر عین حالتِ نماز میں فحشاء و منکرات کے خیالات میں دل گھومتا پھر باہر کی پاکی کیا کرے گی مقصود تو نجس پڑا ہے نماز کو جس

چیز کی صفائی کا تعہد ہے نسبت بحالاتِ دیگر جب دل میں اسی کے انبار کے انبار جمع ہو جاویں تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ یہ نماز ہی نہیں۔ اگر ہوتی تو اس کے برعکس ظہور میں آتا پس ازالہ نجاستِ حقیقی و حکمی ظاہر یہ کو آبِ طہور یا تیمم کافی ہے اور انجاس و ادناسِ قلبی کو کہ اعتقاداتِ فاسدہ و خیالاتِ کاسدہ ہیں تا سبِ مستغفر توجیہ تامہ کے استغراق سے دھوے اور روح کی طہارت یہ کہ التفاتِ ماسوی اللہ کی کدورت کو بآءِ الرحمۃ مناجاتِ حق میں ڈبو دے اور سر کو باز دید انانیت سے بہ بحر فنا پاک کرے اور بخرقِ حُجُبِ انوار و ظلم جامہٴ غیریت کو چاک کرے پھر بالکل نجاستِ شرک جلی و خفی سے طاہر ہو گا اور سر نماز اس پر علی اکمال ظاہر ہو گا مشائخ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو پانچ فاخرہ خلعتیں پہنائی ہیں بندہ کو لازم ہے کہ اس انعامِ خاصہ کی قدر جانے اور اس عطیہٴ عدیم النظر کا شکر بجالاتا رہے اور داغِ انجاس و ادناس سے بچاتا رہے اور بوقتِ طہارتِ ظاہر اس کی طہارت اور صفائی کا زیادہ تر خیال کرے ایسا نہ ہو کہ بسبب ناقدر دانی اس سے پھر چھن جائیں نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ وَهٖ پانچ خلعتِ اسلام و ایمان و توحید و معرفت و محبتِ الہی کی ہیں خلعتِ اسلام کو ثلوثِ منہیات کی پلیدی سے اور خلعتِ ایمان کو نفاق و شکوک کی نجاست سے اور خلعتِ توحید کو باز دید غیر کی کدورت سے اور خلعتِ معرفت کو جہل و غفلت کے چرک سے اور خلعتِ محبتِ الہی کو آمیزشِ حُبِّ غیر کے میل سے پاک صاف رکھے بندہ کے یہ پانچوں کپڑے اپنی کامل نفاست پر ہوں تو اس کو

ندمائے حضور میں ٹھکانا ہے۔

**حکایت:** کوئی مرید ایک شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور باظہارِ ارادت سلسلہٴ مشائخ میں منسلک ہونا چاہا شیخ نے بعد ملاحظہٴ صدقِ ارادت اس کی التجا کو متلقی باجابت کیا پہلے بشرائطِ متذکرہ بالا اس کا وضو کروایا اور شکرانہٴ توفیق کا دو گانہ پڑھوایا اور دوامِ استقامت کی دعا مانگی پھر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور رو کر فرمایا: اے ولی اللہ اب تو میری نسبت اس منصبِ عالی کا احق ہے تیرے وضوءِ کامل نے تجھے سب ادناسِ قدیمہ و جدیدہ سے پاک کر دیا اور توابِ خطایا و معاصی سے پاک ہو اکاش کہ مجھے ماں نہ جنتی میں فی الحال تجھ سانہیں ہوں۔ جس کا وضو پورا ہوا البتہ اس کی نماز بھی ٹھیک ہوگی اور جس کا وضو ہی نامتام ہے اس کی نماز بھی ناقص ہے۔ نماز کے لئے جامہٴ طاہر سے ستر ڈھانپنا شرط ہے جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کی نظروں سے اپنی شرم کی چیزوں کو چھپایا سترِ کردارِ بد کا ڈھانپنا اس سے اہم ہے پھر دانائینا کی نظر سے اس کا چھپانا ممکن نہیں علاج یہ ہے کہ حلہٴ انابت و جزمِ ارادۃٴ استقامت سے اس پر پردہ کرے اور دوامِ استقامت کی توفیق مانگے تو البتہ اس پر وہ اعمالِ چترے نہیں جائیں گے اور باز پرس نہ ہوگی گویا اس کے نزدیک سترِ عورت پورا ہوا پھر اس وقت اپنے دل کی نظر سے بھی باطن کا ستر معیوب ڈھانپنے باطن کی شرمگاہ کا ان تین کپڑوں سے پردہ کرے شرمِ کردار کے

ازار اور ہیبتِ جبار کے شعار و دثار اور محبتِ کردگار کی دستار۔ نماز کو نمازوں کے اوقات مخصوصہ پر بھی پڑھنا شرط ہے اوقاتِ مستحبہ کو ضائع نہ کرے جب اس پر عادی ہو گا تو بوقتِ استحضار بھی اپنے ضروری معاملات طے کر لے گا انشاء اللہ تعالیٰ پھر شرطِ نماز استقبالِ قبلہ ہے چونکہ قبلہ توجہ فقط ایک کعبہ ہے ویسا ہی قبلہ مقصودہ واحد لا شریک کی ذاتِ پاک ہے اس توجہ کے وقت بندہ کو ایسا ہونا ضروری ہے کہ پیش گاہِ ارادت سے ماسوی اللہ کو بالکل بھول گیا ہو۔

دیکھو بندہ کے خیالات عارضی ہیں جن لوگوں یا جن چیزوں سے اس کا تعارف اور لگاؤ ہو گیا ہے انہی کے خیالات دامن گیر حال رہتے ہیں اکثر یہ موادِ ردّیہ آنکھ اور کان کے واسطے سے بہم آتا ہے عبث نظریں چلائیں اور غیر ضروری مکالمہ کا اتفاق پڑا انہیں سے ہر وقت کا خلجان حاصل ہو جہاں رہتا سہتا ہے وہیں کے افکار اس کے دل کی تہ میں چٹ جاتے ہیں دامن چھڑاتا ہے چھوٹا نہیں کہ ان خیالات کا تشبثِ دل میں مستحکم ہو گیا ہوتا ہے اور وہ خیالات یا تو اسی کی ذات سے متعلق ہوتے ہیں جیسا فکرِ معاش وغیرہ یا اس کے غیر سے جیسے اپنے پیاروں کی غمخواری اور اشیائے متفرقہ کی تدابیر اور کسی کی عداوت اور کسی کی محبت اکثر یہ خیالات عبث ہوتے ہیں سو یہ خیالات باقسامہا افسادِ دل میں نہایت کارگر پڑتے ہیں اس کے لئے سلوکِ مسلکِ سدادِ صراطِ مستقیم میں عواقب ہیں ان کے رفع کی کچھ تدابیر ایقظا الرقود میں ذکر کی گئیں فلیطلبہ ثمہ بالجملہ بندہ کا حقیقی لگا اپنے مالک

بے ہمتا سے ہے عارضی تعلقات حقیقت کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں ہیں بلکہ انسان جب نجاست اور گھن آنے والی چیز کو دیکھتا ہے تو اس سے دل میں تنفر کرتا ہے اور اس کی طرف سے آنکھیں نوٹ لیتا ہے اہل دل عارضی عبث خیالات سے ایسے ہی گھن کرتے ہیں اور کریہہ سمجھ کر اُدھر سے نظر منصرف کر چکے ہوتے ہیں اس لئے ان کے دلوں میں حقایق کی تاثیر ہوتی چلی جاتی ہے اور دم بہ دم ان کا پاؤں ترقی پر ہے پس دل کی توجہ الی اللہ خیالات ہر دو عالم کو محو کر چکی ہو تو در حقیقت نماز ہے ورنہ جیسا ظاہر کا تخلف استقبال ناقص نماز ظاہر ہے ویسا ہی تخلف باطن مفسد حقیقتِ صلوة ہے اور اگر بندہ کے ظاہر و باطن کی نماز پوری ہوئی تو اس کی فضیلت بھی پوری ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نماز میں جس کا مونہہ اور ہوائے نفس اور دل کی توجہ تینوں حق کی طرف جھکی ہوں وہ نماز سے فارغ ہوتے ہی گناہوں سے پاک ہو گیا ہوتا ہے گویا ابھی پیدا ہوا۔

اے عزیز! اس وقت دیکھ لو کس مفازا عظیم پر کھڑا ہے یہ وہ مقام معلیٰ ہے جہاں پر سید الرسل و روح الامین کھڑے ہونے کی آرزو کرتے ہیں اور اس مرتبہ کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ پھر اگر تو ایک حقیر سا شخص اس نوازشِ شانہشاہی کی قدر نہ جانے کہ تجھے اس مقام عالی میں اُن کی اقتداء پر کھڑا کیا گیا تو تیری ناسپاسی کیا حد سے بڑھی ہوئی ہے اب بڑی ہوشیاری کا وقت ہے حالت موجودہ سے بڑھ کر تجھے کوئی والا رتبت حالت نہیں کہ اس کا بھی تردد جائز ہو وقت کو سنبھال خطرات کو



تھام دل کو مستعد قبولِ تاثیراتِ مطلوبہ کر اور دعا مانگ: اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ تَفْرِقَةِ الْقَلْبِ اور یقین سے جان کہ وارداتِ عجیبہ اور مکاشفاتِ غریبہ سے تجھے مشرف فرمایا جاتا ہے تو اپنے افتقار و انکسار کو اپنے مالک کے استغناء و قدرت و جلال کے آگے جانچ کہ اس تسلیم و مناجات کی احتیاج فقط مجھے ہے وہو غنی عن العلمین اور دل کے صدق و خلوص سے زبان پر لا۔

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِى فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ [انعام: ٤٩]

یعنی میں نے اپنے دل کی توجہ کا رخ اس کی طرف پھیرا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا حال یہ کہ میں ماسوی اللہ سے چھوٹ کر مائل بحق ہوا اور میں مشرکین سے نہیں ہوں جب تو نے یہ کہا تو دیکھ کہ تیری زبان تیرے دل کے حال کے مطابق بھی ہے پس اگر مطابق ہے تو تیری تصدیق کی جاتی ہے و اگر العیاذ باللہ مطابق نہیں ہے تو اوایلِ سورتِ منافقین کو تیرے حال سے انطباق ہو گا اور تیری تکذیب کی جائے گی سو چاہئے کہ اس اقرار کے وقت تیرے دل کی توجہ فاطر السموات والارض کی طرف ہو جب تک ماسوی اللہ سے توجہ کا تعلق ٹوٹا نہیں اور سموات والارض و ما فیہا سے دل کا دھیان ہٹ کر ان کے خالق واحد کی حضوری میں مستغرق نہیں ہو تو مقرب اپنے اقرار پر واثق نہیں یوں تو رسمی طور پر بہتیرے لوگ کہا کرتے ہیں کہ میں ایسا ہوں اور مجھ میں یہ اوصاف ہیں اور میں برا نہیں

ہوں جانے جب کہ سچ بھی ہو و اگر غافل تاویل کرے کہ میرا دل جب عمر بھر میں اس اقرار کی ایک دفعہ تصدیق کر چکا اور پھر مکذب نہیں ہوا تو پھر بار بار کی تصدیق کی کیا حاجت اب فقط اقرار ہی کافی ہے تو جواب کہا جاوے گا کہ بلا تصدیق مکرراً اقرار کی بھی کیا حاجت کہ بلا ضرور دورنگی میں پڑا جب ایک دفعہ کی تصدیق کافی ہے تو اقرار کیوں کافی نہیں پہلی تصدیق و اقرار سے تو بے شک مومن خالص ہوا اب بتکرار اقرار ہی تو اکمل جزء یعنی تصدیق کو چھوڑ دینا اور صرف ادنیٰ جز پر اقتصار کرنا کیا شمرہ دے گا بلکہ الٹا تشابہ بنفاق ہے جس عمل کو کرتا ہے پورا کریوں تو شاید تو یہ بھی کہہ دے کہ میں نے نماز کی تصدیق کی اور ایک دفعہ پڑھی بھی اور پھر وجوب نماز سے انکاری بھی نہیں ہوا ہوں تو اب پڑھے نہ پڑھے فقط جب تو نے زبان سے کہا و ما انا من المشرکین شرکِ حلی و خفی کے سب مراتب کو دھیان سے مرتفع کر اس وقت تعلق توجہ بغیر اللہ ایک قسم کا شرک ہے جب تک اس کا ارتقاء نہ ہو لے تیرا اقرار ٹھیک نہیں۔

جب بامداد الہی مصلیٰ کی توجہ الی اللہ پوری ہوئی گویا یہ اپنی ذات اور متعلقات اور دونوں عالم کے دکھ سکھ سے مجبوج ہو او مشاہدہ کبریائی ربانی میں مستہلک ہو کر وہ رتبہ قابلیت پایا کہ جہاں زمرہ پاک نبیین و صدیقین و شہداء و صالحین منعم علیہم کو حاضر ہونے کی دستوری ملی اس کو بھی اس بارگاہ معلیٰ کی حضوری پر مشرف فرمایا گیا اس نعمت عظمیٰ کی قدر جانے۔

## السَّكَّةُ السَّرَابِعَةُ فِي صِفَةِ الصَّلَاةِ

اُسی استغراق کامل میں مصلی اپنی نماز موجودہ کی نیت کرتا ہے اور ہر دو عالم و مافیہا کی تودلیج کے ارادہ پر بخلوص تام اپنی حول اور قوت اور بازید انانیت سے دست بردار ہوتا ہے اور اس ارادہ قلبی کے اظہار مقصد کے لئے اپنے وجدان متاثرہ کے انتباہ خاصہ کو باشارہ رفع الیدین ماسوی اللہ کو پس پشت ڈالتا ہے اور بقیام مودبانہ دوام استقامت اور تمکن کا طالب ہوتا ہے اور اپنے سیدھا کھڑا ہونے میں سیدھی راہ پر قائم رہنے کی درخواست کی رمز رکھتا ہے اور رفع الیدین کے مقارن ذات مستجمع الکمالات موجد حقیقی کو بصفۃ کبریٰ متصف یقین کر کے زبان سے کہتا ہے اللہ اکبر یعنی اللہ تعالیٰ از روئے جلال اکبر ہے نہ از روئے عمر و جسم و علو مکان کیونکہ سب آجال و اعمار و اجسام و اکنہ اس کے مخلوق ہیں اس کو ان میں سے کسی ایک کی پروا نہیں اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اس سے کہ کم و کیف کو اس کی ذات اقدس میں راہ ہو یا تعقل و تفہم و توہم و غیرہ قوای و خصالیص امکانیہ کی وساطت سے اس کی کنہ تک رسائی ہو یا مد رکات کو اس کی احاطت پر دخل و تصرف ہو اور بہت بڑا ہے اس سے کہ اس کی صفات کاملہ میں کسی قسم کی آفت آجانے کا گمان کیا جاوے اور بہت بڑا ہے اس سے کہ اس کی صنع میں کسی طرز کا نقص آنا تصور کیا جاوے اور بہت بڑا ہے اس سے کہ اس کی ذات و صفات کو باہتمام ابتداء و انتہاء متہم کیا جاوے

چونکہ کعبۃ اللہ کے ہدی مقلدہ کو محلہ پر لا کر بذکرِ کبریائے الہی قربان کیا جاتا ہے یہاں مصلی بھی بتقدیر صدقِ ارادت و وثوقِ توجہ بادائے حقوقِ عبدیت قبلہ منہائے معارف کے محلہ پر برفِ تکبیر قربانی ہو اس کا قربان ہونا یہ کہ ماوراء الحق کی طرف سے اس کی رگِ التفات کاٹی گئی پس التفات باقی ہے تو ابھی پورا مذبح نہیں ہوا قربانی بھی کمال قبول کو نہیں پہنچنے گی اور اگر بالکل توجہ بھی پیچھے کو ہے تو ابھی کچھ بھی نہیں اخلاص و توجہ کی چھری سے اس کا گلا کٹتا ہی نہیں اس کا تقلد سے محلہ تک پہنچنا بھی تقلیدِ فاسدہ کی جنس سے ہے قربانی کا ہے کی یہ حیوانِ مطلق تو جیتا کھڑا ہے گویا اسی ضریح و زقوم کی چراگاہ میں چر رہا ہے جہاں سے آیا تھا کیا آسمان سے آگ اترنے کی امید پر اپنی قبولیت و منظوری خیال کئے کھڑا ہے۔ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِهِ وَ سَخَطِهِ اس تکبیرِ اولیٰ کا نام تکبیرِ تحریمہ ہے جو امورِ غیر عبادت مصلیٰ کو خارج نماز میں مباح ہیں اس کے کہنے سے وہ اس پر حرام ہو گئے۔

اب خوف و رجا کے مقام میں بخشوعِ تام ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر باادب کھڑا اللہ اکبر کی ثناء کرتا ہے جانتا ہے کہ تو اے مدر کہ انسان یہ اس کے جلال کی صدمت سے دھکیلے جاتے ہیں اور احاطتِ ادراک سے وہ منزہ ہے تو ثناء کا شروع اس کی تزییہ سے کرتا ہے اور مجرّائے بارگاہِ کبریاء کی تسلیم گزارا مانتا ہے اور حاضری کی تعظیم بجالاتا ہے اور کہتا ہے:

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

اے اللہ تیری حمد اور تعریف کے ساتھ تجھے پاکی سے یاد کرتا ہوں کہ تو ہر عیب اور نقصان سے پاک ہے اور جو خوبی ہے وہ سب تجھ ہی کی ہے سو جب بندہ نے اپنے پروردگار دانا بینا کو ہر عیب و نقصان سے پاک جانا اور سب خوبیوں کا مالک اسی کو سمجھا اور اس بات کا زبان سے اقرار کیا تو اس کو اطمینان کا مرتبہ ملا کیونکہ جانتا ہے کہ میں اپنی استعداد کے موافق نقائص سے فرار اور حمائد کے استقرار کا خواہاں ہوں سو دونوں صفات کا مرجع و مآب علی الاختصاص میرے مالک کی ذات ہے پس یہاں سے انقطاع کر کے جھکنے کو کوئی جگہ نہیں یہی دربار ہے اور بس اور اس مشاہدہ میں مشرف باستہلاک ہوتا ہے اور کہتا ہے: وَتَبَارَكَ اسْمُكَ اور تیرا نام پاک کہ ازل سے ابد تک شایانِ تقدیس و تجید ہے بابرکت ہے تاثیر اسمائے مبارکہ مؤثرہ سے ظہورِ متاثرات ہے کہ وہ صُورِ علمیہ الہیہ ہیں۔ وَتَعَالَى جَدُّكَ اے میرے مالک تیری ذات پاک بزرگ و بلند ہے اور تیری بزرگی کا علو بڑا ہے ہمارے تعبد کی احتیاج اور وہم و گمان کی دسترس سے تیری ذات کی تزیہ و تحمید و برکت و تجید مخلوقات کے حد لگانے سے برتر ہے۔ وَ لَا إِلَهَ غَيْرُكَ اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس کے لئے تذلل اور تعبد روا ہو بلکہ اہل حقیقت کے نزدیک غیر کے لئے استحقاقِ معبودیت تو درکنار مشہدِ توحید میں حقایق متعینہ غیریت کے اعتبار سے ذاتاً و صفاتاً خود معدومات ہیں پس ان میں صلاحیت التفات کہاں دیکھو اس کلمہ طیبہ میں کہ بندہ بصیغہ خطاب تکلم کر رہا ہے لائے نافیہ سے جلال اور

ثبوتِ مخاطب سے جمال کیسا متجلی ہو رہا ہے کہ حسبِ مراتبِ استعدادِ اربابِ تکلم اس کے متبادراتِ معانی سلبِ الوہیتِ غیر سے ما خلا اللہ کا ابطال کر رہے ہیں۔ مدارجِ انقضاء و استہلاکِ تامہ کہ منتہائے مقاصد سا لکین ہے اسی اقرار و تصدیق پر ختم ہیں ابتداء سے انتہا تک اسی کی تعمیل و تکمیل موصلِ مرحلہ مقصود ہے اور ملاک الامر تدین یہی کلمہ طیبہ ہے باقی عبادات و حسنات اسی اصل کی فروع و اثمار ہیں اسی کلمہ جلیل القدر پر دعائے افتتاح کا خاتمہ ہے کہ بندہ بقدر وسعتِ استلام و التمامِ بابِ العالیہ کے عرض تسلیم حضور سے فارغ ہو کر قابلِ تقرب و مشرف بمرتبہ مناجات ہو اچونکہ اس کی تصدیق و اقرار سے اس کا باطن اور ظاہر خزانِ رحمت سے مالا مال ہو گیا ہے اور باستقامتِ تقرب بساطِ عزت مستعد ہے بے شک اس کو اپنے ایک دشمن صریح مشہور رہزن قبیح کا خیال ضرور ہے کہ اس کی دولت مقبوضہ پر یورش لا کر متصرف نہ ہو جاوے اور منزلِ مقصود پر فایز ہونے سے مانع آوے کیونکہ وہ ہر وقت اس کی تاک لگائے شعبِ مکائد میں مستعدِ پر خاش ہے خاص کر ایسے وقت میں کہ یہ مال و دولت سے مالا مال ہو اس پر حملہ آوری کا قصد رکھتا ہے حال آنکہ یہ خود اس کو دیکھتا نہیں اور وہ شریر اپنی کمین گاہ سے اسے دیکھتا ہے اور حتی المقدور اس کے ضایع کر دینے میں تکاسل نہیں کرتا اور بسبب عداوتِ قدیمہ و حسدِ دیرینہ انسان کی خرابی کی تدبیریں کرتا رہتا ہے اور وہ قاطع الطریق اس کا اور اس کے آبا و اجداد کا دشمن شیطانِ رجیم ہے۔

جب اس شریر کے مقابلہ کی خود اس میں طاقت نہیں ہے اور منزل مقصود تک پہنچنا بھی ضرور ہے تو اب بندہ کو لازم ہوا کہ اُس صاحب سیاست کے کنفِ امان میں آوے جس کی سیاست سے وہ حاسد لرزتا ہوا بھاگ نکلے اور حملہ آوری کا حوصلہ نہ پائے اور یہ با من تمام اپنے جمیع مال و دولت سمیت منزل مقصود پر پہنچ جاوے سو وہ صاحبِ سطوت و جلال فقط اللہ سبحانہ کی ذات پاک ہے جس کی کنفِ امان میں آنا پورے امن کا موجب ہے اور یہ وہی ذی العزۃ و العظمت کی ذاتِ کبریا ہے جس کے سلطانِ جبروت کے سامنے کسی کو طاقت نہیں کہ انانیت کا دم بھرے سو بندہ پہلے ہی سے اسی دربار کے مجرا میں بمقامِ حاضری تعظیم گزران کر تقربِ خاصہ کا امیدوار ہے امن طلب کرنے کو کہیں دور جانا ہی نہیں یہیں التجا کرنی ہے اس مقام پر شاید کسی ناقص کو شبہ گذرے کہ جب بندہ پہلے مشرفِ حضور ہو چکا اور انانیت و سلسلہ اکوان کو پس پشت پھینک آیا کیا شیطان ابھی آگے کمین میں لگا بیٹھا ہے اس کو پس پشت نہیں ڈالا تھا تو جواب یہ ہے کہ وہ پس پشت ڈالنا اور سلسلہ اکوان کو پیچھے چھوڑ آنا معاملہ ذہنی ہے اور نفس الامر میں اس کے لوازم اضافی مکفوف نہیں ہوئے اس کا تعین و تشخیص اپنی تقید پر بحال ہے پھر بہر حال تاثیراتِ داخلیہ و خارجیہ سے اس کا متاثر ہونا غیر ممکن نہیں ہو گیا سو یہی متاثر ہونا اس کے امر ذہنی کا حارج ہے اور حرجِ امر ذہنی اس کی دولت کا چھن جانا اور بکسرِ ارادتِ تحشع منزل مقصود پر فاتر ہونے سے رہ جانا ہے اس کی تمثیل یہ ہے کہ کوئی اپنا مال

لئے بید ہڑک اپنے راستے چلا جاتا ہے کمین گاہ سے کسی رہزن نے اس پر بندوق  
چھوڑی کیا اس کا مارا جانا اور اس کے مال کا لٹ جانا غیر ممکن ہے؟

گو اس کو اس رہزن کا تصور و خیال بھی نہ تھا یا یہ سمجھو کہ کوئی اپنے بستر  
پر سب اعداء سے بے اندیشہ بیٹھتا ہے بستر پر سانپ چڑھ آیا اور اس کو ڈنگ مارا یہ  
کب امکان سے باہر ہے سو اسی طرح یہ سوچو کہ بے شک مصلیٰ نے بوقت تکبیر  
تحریمہ ماسوی اللہ کو اپنے علم کی روء سے پس پشت ڈالا پس یہ اس کا فعل ہے کچھ قسم  
کھا کر شیطان خود تو پیچھے نہیں ہٹ گیا کہ جا تیرا تعاقب نہیں کروں گا جب وہ  
انسان کا عدو مین ہے تو حتی الامکان اس کا پاؤں پھسلانے میں تکاسل نہیں کرے  
گا اور اپنی شرارت کے سبب وہ مصل تضلیل انسان سے نہیں رکے گا مگر بسیاست  
ملک جبار۔ پس جان لے کہ دل میں وسوسہ ڈالنا فعل خناس لعین ہے اس کی تاثیر  
سے بندہ کے دل کا اکھڑ جانا اور ماسوی اللہ سے تعلق پکڑنا فعل عبد ہے سو یہی ابلیس  
خنس کا مدعا ہے اور اگر کوئی کہے کہ شیطان تو ایک طاقت مضلہ صفات انسانہ سے  
ہے تفریق فعل کیسے اور زمان حال میں ایسے مشکک ہیں بھی بہت۔ تو جواب کافی  
ہے کہ جاؤ علیگڑھ کے نیچر یوں سے اس کا جواب پوچھو ہمارے خدا کے کلام میں تو  
شیطان ایک روح خبیثہ کا نام ہے کہ جنی نسل سے ہے اور انسان کا دشمن ہے جہاں  
تک ہو سکے اس کو دھوکے میں ڈالتا ہے جب مومن کو تسلیم ہے کہ بحالت توجہ  
تامہ بھی مصلیٰ کو تعوذ کی احتیاج ہے تو مشکک اور اعتراض کھڑا کر سکتا ہے کہ جب



مصلی بحالتِ استغراقِ کامل عینِ حضوری میں باختصاصِ اکرامِ محوِ مشاہدہٴ جمال ہو کر ماذون ارتقائے مدارجِ کمال و مجازِ اتمامِ نعیم بے زوال ہو اتواب خاص حضور میں شیطان کی دست اندازی کیا مقدور کیا وہ شاہنشاہِ عالی جاہ کے حضور میں کھڑے کو لوٹ لے گا یا مار ڈالے گا وہ لعین دے گا نہیں اور شاہنشاہِ اُس فضول کو سیاست نہیں فرماوے گا کہ وہ گستاخانہ ایک مقبول درباری پر طمع کا ہاتھ پھیلانا چاہتا ہے۔

حضور اقدس میں دست بستہ مودب کھڑے ہونا طلبِ امان کے قائم مقام کیوں نہیں؟ جواب ہے کہ ٹھیک مصلی باختصاصِ اکرامِ مخصوص بمشاہدہٴ جمال ہے مگر یہ کس نے کہا ہے کہ اس پر شیطان کا تصرف جاہرا نہ چل سکتا ہے یا اس کی مجالِ تصرف مستقل ہے یا وہ مردودِ حقِ تعالیٰ سے ڈرتا اور دبتا نہیں یا اس مطرود کو زندانِ دوزخ میں سیاست نہیں فرماوے گا ضرور اس کو کردار بد اور تصرفِ بے جا کا پاداش دیا جاوے گا لیکن اس کے میعاد پر وَاللّٰهُ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ خیال کرنا چاہئے کہ شیطان بھی بارگاہِ جلال کا چیلہ ہے راندہ گیا تو رحمت سے نہ صفاتِ متتقمہ سے اب تک بھی اسے پیرایہ وجود و لوازم وجود باطاعتِ اضلال و صفاتِ ذمیمہ اس کو صفتِ تخلیقِ ربانیہ سے ملی ہوئی ہیں حق تعالیٰ کی ربوبیتِ بصفاتِ جلالیہ اس کی مربی ہے اور پیشِ گاہِ جلال میں وہ بھی حاضر کھڑا ہے اور مصلی مظہرِ جمال ہے تو بساطِ تکون میں بمناسبتِ تضاد یہ اور وہ دوش بدوش ہیں کوئی جدھر چلے چلے آخر ذاتِ واحدہ کی صفات کا مظہر ہے ایک سوال میں شیطان بنی آدم پر سبقت کر گیا وہ

یہ سوال ہے کہ یارب مجھے یوم البعث تک زندہ رکھ کہ میں انسان سے اپنی عداوت پوری کروں سو وقت معلوم یعنی انقطاع نسل آدم تک اس کا زندہ رکھنا منظور ہوا اور اس کو تصرفاتِ محدودہ کی بھی اجازت دی گئی پس شیطان بسبب تیقنِ ایقائے وعدہ حضوری میں کھڑے کا قصد کرنے سے بھی نہیں جھجکتا وہ مظاہرِ جلال میں ملایا چاہتا ہے اور مصلی دوامِ مشاہدہٴ جمال کا مستدعی ہے اور ذاتِ اقدس غنی مطلق ہے اور بندہ محتاجِ مقید سو اس کو ضرور ہے کہ حضوری کی تعظیم کا وظیفہ پورا کر کے قبل از آغازِ مقصد اپنے دشمن کا حملہ روکنے کو اپنے مالک سے التجا کرے امید ہے کہ اس کی التجا قبول ہوگی اس کے عدو کو ادھر سے جھڑک دیا جاوے گا سو مصلی اپنا رتبہٴ اعزازِ حضور چھن جانے کی خطر سے بارگاہِ بندہ نوازی میں التجا کرتا ہے اور بنا بر اظہارِ شدتِ احتیاجِ پاسِ ادب تقربِ خطاب سے میلانِ بغیوبت کرتا ہے تاکہ عرضِ مدعاء میں تشبہٴ بگستاخی نہ ہو مع ہذا سببِ غیوبت اور بھی ہے کہ بحالتِ عین استغراقِ خطورِ خطرہٴ عداوۃٴ عدو بیچ میں حجاب آگیا تو خواہ نحوہ اس عبارت میں طلبِ امان کرتا ہے کہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ شیطان مردود سے اللہ کے پاس پناہ چاہتا ہوں اس عبارت کے لباس میں پناہ مانگنا خوب مبارک ہوا کہ ایسے اسمِ اقدس جامعِ جمیع برکات کے آسرے میں آیا جس کے ساتھ کسی ضرر کا اندیشہ نہیں رہتا سو اس طرح سے استعاذہ اقرب بقبول ہے بنا بر آنکہ موافق امر خداوندی ہے کہ فرمایا ہے:

إِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ [النحل: ۹۸]

مخبر صادق سے نسبت باستعید کلمہ اعوذ اثبت ہے گویا تفسیر ماہ الامر ہے اس کہنے سے مستعید تاخت و تاراج غنیم کے صدمہ سے اپنے مالک کی پناہ کے حصار میں آگیا تو خاطر خواہ باطمینان تمام، امر ذی بال عرض مقاصد کے اہتمام میں مشغول ہوا چونکہ قاعدہ ہے کہ امر ذی بال کو شروع کیا جاتا ہے تو قبل از شروع بہر اد حسن انجام اپنے مولیٰ کے اسم اعظم الاسماء سے استعانت کرتے ہیں تو مصلیٰ کہتا ہے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اصل مقصود اور امر اہم تقرب الہیہ و تلاوت کتاب رحمانیہ و طلب فیضان رحیمیہ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ شانہ کے اسم اعلیٰ و اولیٰ سے آغاز کرتا ہوں کہ وہ بافاضہ انوار رحمت رحمانیہ بلا تمیز موافق و مخالف مربی عوالم و مستعان ارباب استعانت ہے و بتوسع آثار رحمت رحیمیہ مجازی حسنات و خیرات و مُفَضِّلِ فَضْلِ و احسان اور بخشنده درجات جنان ہے یہاں مصلیٰ نے اپنے آغاز مطلب پر اسم مبارک اللہ سے استعانت کی اور حسن التفاضل کی راہ سے اسمائے صفاتیہ میں سے اس ذات پاک کا دو ناموں سے اتصاف بیان کیا ایک رحمن اور ایک رحیم کہ اس کے مفید مطلب و مناسب مقام یہی نام ہیں کیونکہ مصلیٰ کا فقط طلب رحمت مقصود ہے اور یہ دو نام جامع ترین صفات جمال ہیں سو انہیں اسموں کے ذکر کرنے سے عرض مدعا زیبا ہے دستور ہے کہ جب سائل منعم سے کچھ سوال کرتا ہے تو بذل مواہب مقصودہ سے اس کو متصف کرتا ہے مثلاً کچھ کپڑے

کا سوال کرنا ہو تو کہتا ہے کہ جناب امیر صاحب ستر پوش و خلعت بخش مساکین ہیں اور کھانے پینے کی درخواست ہے تو کہتا ہے کہ حضور بھوکوں پیاسوں کے بچاؤ و ماویٰ ہیں علیٰ ہذا القیاس اور بخلاف اس کے ایسی درخواست میں یہ کہنا مناسب مقام نہیں ہوتا کہ امیر صاحب کے اتصاف میں کہا جاوے کہ جناب بڑے تیغ بہادر اور پیل فگن ہیں اسی طرح مصلیٰ بھی اپنے آغازِ مطلب میں اپنے مالک کی ذات پاک کو کہ صفات متضادہ سے متصف ہے بتوصیفِ صفاتِ قہر یہ یاد نہیں کرتا اور یوں نہیں کہتا بسم اللہ الجبار القہار اگرچہ جبار و قہار بھی اسمائے الہیہ سے ہیں اس کو مظہریت رحمت مطلوب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے قہر سے اس کی رحمت کی طرف فرار اور اس کے ظلِ حمایت میں استقرار کرتا ہے رحمن وہ ذات مہربان ہے کہ مطیع اور عاصی سب کی پرورش فرماوے چنانچہ اس دار الفناء میں کہ دار العمل ہے صفتِ رحمانیہ جلوہ نمودار ہے اور رحیم وہ مہربان ذات ہے کہ مطیعین کو بخلافِ عُصاة دار البقاء میں کہ دار الجزاء ہے اپنی رحمتِ واسعہ سے ممتاز فرمائے اور بمحض رحمت بڑی تہلکہ سے بچاوے اور تھوڑی سی محنت کے عوضانہ میں نعمائے ابدیہ کا مزہ چکھاوے خاصۃً اس صفت کی نجلی عالمِ اخروی میں ہے دیکھو بائے الصاقیہ میں ایک لطیف سی رمز نمایاں ہے کہ اسم اللہ سے کیفیاتِ بارزہ و ظہورِ شہادی کا قیام ہے۔

مراتبِ کونیۃ و آفاق و انفس عالمِ خلق و امر کی موجود ہی ذات واحدہ ہے اور جمیع اعتبارات کا مرجع وہی ایک ہے تعدد سے وہ پاک ہے سب حقایق و اعتبارات و

تعدادات اسی سے مستنیر ہیں وہ مشکوٰۃ افعال کے زجاج صفات سے بانوارِ حقیقت مُضییّ عوالم ہے جب جمیع مدارجِ ظہور و حقائقِ مبطنہ کا موجد و حقیقتِ الحقائق تو بالاصالۃ اور کوئی مرجع محامد نہیں ہے فقط وہی ہے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے اس مقام میں جب بندہ کو انکشافِ حقیقت نصیب ہو تو شکرُ الْاِنْعَمِہ کہتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سب تعریف اور خوبی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ جہان کا پروردگار ہے کوئی خوبی ایسی نہیں کہ خدائے تعالیٰ کو اس کا استحقاق علی الاختصاص نہ ہو اور کوئی ذرہ ذراتِ کائنات سے نہیں ہے کہ حق تعالیٰ اس کا پروردگار نہ ہو اس وقت مصلیٰ باوجود استحضارِ عالم باشتغالِ حقیقتِ افرادِ عالم کے تشغل سے مجوب ہے اپنے مطلوبِ حقیقی کی تحسین اُس کلام سے کر رہا ہے کہ انقطاعِ اشغال کے بعد کی جاتی ہے اور وہ اطمینانِ تامہ کا وقت ہے وَ اِخْرُ دَعُوْهُمْ اِنْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ [یونس: ۱۰] چونکہ اس کلام سے عطائے الہی پر بندہ کی رضائے گئی تو بعطیہ قبول ممتاز فرمایا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری ستائش کی حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ و خاصہ مستلزمِ تعبدِ مربوب ہے علی العموم و علی الخصوص جمیع مراتبِ عبادت کا مستحق وہی ایک ہے جب مصلیٰ کو ذکرِ ربوبیتِ الہیہ سے منکشف ہو کہ خالق کی ربوبیت موجب افاضہ رحمت ہے تو بتوصیفِ وصفِ رحمت مقتبس انوارِ تقرب ہوتا ہے اور کہتا ہے:

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یعنی رب العلمین بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے اگر اس کی ذات متصف برحمانیت نہ ہوتی تو انتظام ہر دو عالم اپنے کمال کو نہ پہنچتا اور اگر اس کی رحیمیت کی دستگیری نہ ہوتی تو لذا اندِ اخروی سے کوئی کم بہرہ یاب ہوتا اور کیفیات متمیزہ کا ارتقاع بالکلیہ ہو جاتا پھر بہت حقائق اور کمال حکمیہ حجابِ اختفاء میں رہتے ربوبیت عامہ و خاصہ کا کمال بروز میں نہ آتا تو صیغِ ربوبیت کے بعد اتصافِ حق بصفۃِ رحمت عامہ و خاصہ نہایت پُر ضرور تھا اس لئے ذکر الرحمن الرحیم عبد پر بٹکر لازم ٹھہرا پہلے تسمیہ میں ذکر ہو لیا تھا اب دوبارہ مقام مناسب میں مذکور ہوا تا کہ مصلیٰ کا وجدان معرفتِ حقیقت سے بے بہرہ نہ رہے اور باستغانتِ رحمت طے مراتبِ قرب پر مستطیع ہو اور بمشاہدۂ تجلِ جمالِ جمیل حقیقی مستغرق بحر حقیقت ہو کر فضل و احسانِ باری کا گرویدہ رہے اور وصمتِ التفاتِ ماسوی اللہ اس کے دامن حال پر داغ نہ ڈالے بندہ نے جب بخلوص تمام تعریف ربانی میں یہ کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری ثنا کی زہے قسمت کہ باعزازِ قبول معزز ہوا ہر گاہ کہ بندہ اس مقام میں باستلذازِ رحمت مستفیض اختصاصِ عطایائے حضور ہو اور مستقرِ رحمت عامہ و خاصہ میں استقرار پایا بے شک اس رتبہ سے بڑھ کر اپنے حق میں اور کوئی مرتبہ اعلیٰ نہیں دیکھتا مگر جانتا ہے کہ ذات اقدس سبحانہ جامع صفات متضادہ ہے اور اس کی صفات میں تعطیل روا نہیں اگر ادھر تجلی جمال ہے تو اس کے لئے مجالی جلال بھی ہیں اور مصلیٰ کا مقصود

ہے کہ بالکتنافِ رحمت دوامیہ مظہریت صفاتِ قہریہ سے تحذر کرے بانکہ اپنے معبود کے اتصافِ صفاتِ مقابلاتِ جمالیہ کے انکشاف سے بے بہرہ نہ رہے اور اتمامِ نعمت بھی جیسی ہے کہ اس کے مقابلات کا بھی ملاحظہ ہو جاوے ورنہ نعمت کی قدر دانی بدرجہ کمال نہیں کر سکے گا اس لئے اب خداوند نعمت کو ایسی صفت کے اتصاف سے یاد کرتا ہے کہ اُس میں قہر و مہر کے بروق لامعہ جلوہ گر ہیں اور کہتا ہے:

مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ وہ انصاف اور جزا کے دن کا مالک ہے قیامت کے دن کا بادشاہ متصرف ہے والامر یومئذ لله بے شک اللہ سبحانہ دنیا اور آخرت دونوں عالم میں برابر متصرف اور مالک ہے یوم الدین میں مالکیت اور تصرف کی تخصیص کی ایک وجہ یہ ہے کہ محبوب دار العمل میں ذرائع اور وسائط و اسباب کے حجاب میں تنفیذ احکام حقیقۃ الحقائق سے اختفا رکھتا ہے بخلاف دار الجزاء کہ کشف الغطایا کا مقام ہے وہاں برائی العین انکشافِ حقیقت کا معاملہ ہے اور اپنے مالک کی اس طرح تعریف کرنے میں رمزیہ ہے کہ ذات باری کے لئے تجلی رحمت و قہر دونوں ہیں اور بندہ کا مطلوب رحمت ہے کہ منحصر باہدائے حقیقی ہے اور اس کے غضب اور اضلال سے بچنا باستمدادِ رحمتِ مالک پس یہاں پر خوف و رجاء کی حالت مصلیٰ پر طاری ہوتی ہے اس وقت بندہ کا دل نہایت اعدل المقامات میں آجاتا ہے کہ ایمان خوف و رجاء کے بیچ میں ہے اس کے اس کہنے پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے

میری بزرگی بیان کی بندہ کو اس اعزاز قبول سے رحمت خاصہ کا امیدوار کیا جاتا ہے  
پس بندہ مالک کی ہیبت جلال سے اس کے مامن رحمت کی طرف فرار کرتا ہوا بعد  
غیبت سے قرب حضور کے حصار میں پناہ چاہتا ہے اور کہتا ہے:

إِيَّاكَ نَعْبُدُ اے مالک ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں تیرے سوا اور کی  
پرستش نہیں کرتے یہاں پر تقدیم مفعول تخصیص و حصر عبادت کے لئے ہے فقط  
مخصوص بذات مالک کہ اس کی ربوبیت موجب تحتم عبادت علی العلمین ہے اس  
لئے بنا بر استیعاب افراد عالم نَعْبُدُ کا لفظ بصیغہ جمع کہا گیا اور ہمدردی اخوت اسلامی  
کے لئے بھی شایان یہی ہے اور مفصلات عبادت محصور بشرعیات ہیں عبادت کی  
طرز فقط وہی معتبر ہے جس کی سند شارع سے مل چکی گویا یہاں پر بندہ کا اقرار ہے  
کہ ہم شرع محمدی کی تعمیل کرتے ہیں اس پر دل سے پکا ہونا شرط ہے پس اگر زبان  
سے کہے: إِيَّاكَ نَعْبُدُ اور فی الحال دل کا تشغل بما سوی اللہ بھی باقی ہے یا عبادت کو  
مختصر بذات واحدہ نہیں جانتا تو اس کا حال اس کے قال کی تکذیب کرتا ہے اور  
قابل قبول نہیں اس وقت مصلیٰ کو اپنی اور جمیع عالم کی عابدیت و عبودیت و عبودۃ  
اور حق واحد کی معبودیت و مالکیت والوہیت مد نظر ہونی چاہئے اور عبادت کو وسیلہ  
استمتاع تقرب خیال کیا گیا ہو کہ بندہ اور حق کے درمیان میں عبادت واسطہ ہے جو  
کہ اس جواب کے شایان ہو کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور بندہ کے بیچ میں  
ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ سے جبریہ کا رد نکلتا ہے یہاں اسناد فعل بعبادہ ہے مشعر بر آنکہ



صدر فعل باختیار بندہ ہے اس لئے مستحق جزا ٹھہرا کر وعدہ و وعید سے متنبہ فرمایا گیا چونکہ کارخانہ حقیقت میں بندہ کا دخل بمنزلہ مجاز ہے بنا بر رفع تو ہم استقلال کہ اس کا منشاء اسناد فعل بخود ہے۔ کہتا ہے:

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اے ہمارے معبود تجھی سے ہم استعانت کرتے ہیں فقط تیری مدد مانگتے ہیں تیرے سوا اور کی اعانت کی احتیاج نہیں رکھتے ہیں کیونکہ ہر محتاج کی کار سازی تو ہی کرتا ہے اور بس۔ سو ہم تیری عبادت کرتے ہیں تیری توفیق سے تیری توفیق کی اعانت نہ ہو تو کوئی تیری عبادت سے چاشنی گیر نہیں ہو سکتا اور اصل عبادت پر ہی مستطیع نہیں ہوتا فانت الموفق وانت المستعان پھر بندہ باوجود اس اقرار کے اعانت غیر کی کا بھی آسرا رکھے تو بڑا جھوٹا اور جھٹلایا گیا ہے اس امر سے تحرز کرے کہ اس کے دل کا حال اس کی زبان کے مقال کا مذہب ہو چونکہ حق تعالیٰ کی ذات پاک کو غناء مطلق ہے اور کچھ اُس پر لازم نہیں ہے بندہ خواہ عمر بھر استعانت کا سوال کئے جائے۔ پس بندہ کو چاہئے کہ بوقت استعانت اس کی رحمت پر بھروسہ رکھے کہ اس کی ثناء میں آیۃ الرحمن الرحیم پہلے ہی سے عرض حضور کر چکا ہے پھر اس وقت جانتا ہے کہ اے معبود تو فقط اپنی رحمتِ واسعہ سے ہمیں طریق استقامت کی ہدایت فرماوے تو تیرے فضل و کرم سے یہی امید ہے وَالْعِيَاذُ بِكَ وَبِرَحْمَتِكَ اِگر تو اعانت نہ کرے تو ہمارا استحقاق بھی کوئی نہیں بہر حال ہم بسبب افتقارِ ذاتی تجھ سے کبھی بے پروائی نہیں کر سکتے اور

اپنی ہر بہبود طلبی میں کہ بضمنِ اہتداء منحصر ہے تجھی سے سوال کرنے لایق ہیں اور تو ہی معطی و منعم کریم ہے پس مصلی جب اس مکاشفہ استغراقی سے مشرف ہو اتو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے جو کچھ مانگا وہ خاص بندہ کے لئے ہے اِنَّكَ نَعْبُدُ وَاِنَّكَ نَسْتَعِينُ کہنے سے بندہ شریعت و طریقت کا جامع ہوا کہ عبادت مامور بہا کا نام شریعت ہے اور عبادت کے استیفاء میں ارحم الراحمین سے استمداد کرنے اور باتصفیہ باطن اس کے ثمرہ سے کامیاب ہونے کی خواستگاری کرنی طریقت ہے اِنَّكَ نَسْتَعِينُ میں رُو قدر یہ موجود ہے چنانچہ اظہر ہے کہ بندہ خود خالق الافعال ہو تو استعانت کیسی اس تصدیق و اقرار سے بندہ بہ تحقق حقیقۃ ایمان ممتاز ہوا کیونکہ ایمان حقیقی بین الجبر و القدر ہے اگر بندہ حقیقت میں بھی اپنے فعل کا فاعل ہوتا تو استعانت لغو تھی اب استعانت کا مقصود عرض حضور کرتا ہے اور نہایت صدق و خلوص سے سائل ہوتا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اے مالکِ مستعان ہم کو سیدھی راہ کی ہدایت کر۔ اس سوال پر مشکلک تشکیک لاتا ہے کہ اے بندہ جب تو طریق ہدایت اسلام پر اپنا ہونا ثابت کرتا ہے تو پھر اہتداء صراطِ مستقیم کی درخواست کیوں کرتا ہے کیا یہ تحصیل حاصل کے قبیل سے نہیں جو اب ہے کہ یہ ہدایت کی درخواست بمعنی طلب ثبات باستقامت ہے اور اب تک تابانجام اس پر سارا راستہ منقطع نہیں ہو

لیا اس لئے باقی کے لئے طالب استعانت ہے اور کہتا ہے ہم کو اس طریق پر چلا کہ موصل برحمت ہے اسی امیدواری پر ہم نے تیری ذات پاک کو با تصافِ رحمانیت و رحیمیت استغراقِ خاصہ میں یاد کیا بلاشبہ مظاہرِ انعام و مواردِ ایلام کا باعتبار تجلی جمال و جلال تو ہی مالک ہے جدھر چاہے چلاوے تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ تُضِلُّ مَنْ تَشَاءُ مگر ہم بندگان بسبب عدم امکانِ تحلِ غضبِ بوساطتِ استعانتِ برحمتِ واسعہ صراطِ مستقیم کی ہدایت کے طلبگار ہیں اور طریقِ استقامتِ منتهی بحق ہے اس استدعا میں بندہ نے بحرِ حقیقت میں غوطہ لگایا تو اربابِ حقیقت کا الحاق اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے:

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اے مالک ہم ان لوگوں کی راہ تجھ سے درخواست کرتے ہیں جن پر تو نے انعام کیا اور دونوں جہان کے نعیم قُرب سے اُن کو مخصوص فرمایا اور اُن کو اپنی رضا کا مزہ چکھایا اور ہمیشہ بہار کے گلزارِ رضوان میں بسایا سو وہ منعم علیہم چار فریق ہیں اولی و اقدم اُن میں انبیاء ہیں جن کی اقتداء موجب سعادت ہے اور اُن سے استغناء مورثِ شقاوت اور دوسرا فریق نبیین سے دوسرے مرتبہ پر صدیقین ہیں اور تیسرا شہداء اور چوتھا صالحین کا فریق ہے اور صراطِ مستقیم انہیں چاروں فرقوں کی راہ ہے سو تو ہم کو بتصدقِ رحمت انہیں کے طریق پر چلا جب بندہ نے صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہا مقبولانِ درگاہ کے

مقامات عالیہ کی سیر کی اور اس مرتبہ کے افتراق سے ڈرا اور ہیبتِ غضبِ جلال ربانی سے کانپا تو مجالی قہر و مظاہر غضبیہ کی موافقت و مقارنت سے اجتناب لازم سمجھ کر ارحم الراحمین کی ہدایت کی پناہ میں التجا لایا اور بولا:

غَيْدُ الْغَضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ هُمْ كَوَانِ لُؤْغُولِ كِي رَاهِ پَرْنَه چَلَا جَن پَر تُو  
 نے غضب کیا کہ بدو حال سے دم واپسیں تک کفران و معاصی میں رہے اور منع  
 علیہم کی تکذیب و عناد میں پڑ کر خائب و خاسر ابدی ہوئے یا اثر ان فجار کہ توبہ کی  
 توفیق نہ پائے اور اسی تباہ کاری میں عمر بسر کی اور التذاذِ قرب سے باہر نہ ہوئے یا  
 فرق یہودیہ وغیرہ اور نہ اُن لوگوں کی راہ چلا کہ گمراہ ہوئے اور صراطِ مستقیم کو  
 بھول کر بیکے پھرے گو ان پر ہدایت کا مینہ برسنا مگر بسببِ فقدانِ استعدادِ قابلہ  
 متاثر نہ ہوئے پتھر پر بوند پڑی آگے کو سرک گئی یا شورہ زار کی طرح ترتر ہوئے  
 مگر باعثِ سوء جو ہر خضراواتِ اعتقاد و اعمالِ صالحہ سے محروم رہے یا بعدِ اہتداء  
 مسترد باسفل السافلین ہوئے مثل اس پودے کے کہ اس کی منبت کا جو ہر بیر و نی تو  
 قدرے صلاحیت رکھتا ہے لیکن خواصِ اندرونی جہاں سے اصول کو تغذیہ ہوتی ہے  
 بالکل ناقابل ہے پہلے کچھ نمو میں آیا مگر جب باطن کی خرابی ظاہر پر غلبہ کر گئی تو  
 قبل از آں کہ پھول پھل لائے سوکھ گیا اہتداء کے بعد زلیغ قلب کی خرابی دو بالا  
 حسرت کا موجب ہوئی مصلیٰ کی درخواست کا مضمون ہوا کہ اے ارحم الراحمین ہم  
 کو کمالِ عرفان سے بہرہ ور کر اور پھر بعد الحاق بزمرہ صلحاء اضلال سے بچا اور پابرجا

رکھ اور تمکن باستقامت نصیب کر اِصِیْن اے ہادی مطلق ہماری اس عرض آرزو کو قبول فرما اخیر فاتحہ پر مصلیٰ کو درکاتِ اشقیاء کا ملاحظہ گزرا شبِ معراج کی سیرِ محمدیہ کی مثل بہشت اور دوزخ کی سیر حاصل ہوئی جمال اور جلال کی چمکوں سے خوف ورجا کی دونوں آنکھیں روشن ہوئیں اخیار و ابرار اربابِ تعشق و شنتظار کے توافق و تشابہ سے جام وصال پیا اور اثر ار وفجار منافقین و کفار کے تجانس و تماثل سے تحرز کیا جب مصلیٰ نے نہایت عجز و ادب سے اپنے عرض سوال کی گزارش کی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ خاصۃً میرے بندہ کے لئے ہے بندہ نے جو کچھ مجھ سے سوال کیا وہ اس کے لئے منظور ہے سبحان اللہ و بجمہ آپ ہی عمل خیر کی توفیق دے اور اَللّٰهُمَّ (سب سے لذیذ نعمت) قرب و مناجات سے اپنے ناتواں بندہ کو متلذذ فرمایا اور پھر اُس پر شمرۂ قبول مترتب کیا پس اگر بندہ ابھی اس نوازشِ اجابت کی قدر نہ جانے تو وائے بر حالِ زار۔ اگرچہ مقاصدِ قرآنیہ و مطالبِ جمیع کتب سماویہ فاتحۃ الکتاب کے ضمن میں سب کے سب آگئے مگر بسبب کمالِ اجمال ذہن انسانی اس کے درکِ عجائبات سے قاصر ہے اور اس کو اس کے غریبِ مندِ مَج (چھپے ہوئے) پر احاطت دشوار ہے اور باقی قرآن مجید اس اجمال کی تفصیل ہے تو بقدرِ تیسر مصلیٰ آیات قرآنیہ سے پڑھتا ہے، بتشیر و تحذیر، ترغیب و ترہیب وعدہ و وعید کے مواضع میں متاثر ہوتا ہے خوف ورجا شرم و حیاء صبر و رضا تسلیم بقضاء صدق و صفا عجز و التجاشدت احتیاج و افتقار خلوصِ انابت و اعتذار

تواضع و انکسار خشوع و استغفار انس حق و محبت غفار و غیرہ صفاتِ عبودیت سے متصف ہو کر حیا اور ہیبت کے دباؤ میں مؤدب کھڑا سجدہ گاہ پر دھیان رکھتا ہے اور ہر گز امکان نہیں کہ بالموافقہ جبار ادھر ادھر ملتفت ہو بلکہ باستغراقِ فہم معانی آیاتِ قرآنی مشغول ہے چنانچہ سورۃ اخلاص پڑھتا ہے:

قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ اے جامعِ کمالاتِ انسانی اور اے نکتہ پر کارِ عرفانی تو یوں کہہ وہ ذاتِ بحت اقدس غیب الغیب جس کا نام باعتبار استجماعِ کمالاتِ وجودیہ اللہ ہی ایک ہے کہ تجزی و تعدد سے پاک ہے متوحد بذات و منفرد بصفات ہے لفظِ قُلْ امر ہے مبدئی فیضِ اہدائے صراطِ مستقیم سے جس کے لئے بندہ استفہام درخواست پر باختصاصِ اجابت ممتاز فرمایا گیا اور اس امر پر ثمرہ قبول مترتب ہوا اور کلمہ ھُو کہ مبطلِ تعطیل ہے باثباتِ اعتقادِ ہستی مطلق وجود حق فرقہ باطلہ معطلہ کے معتقدات کا برہم زن ہے اس کہنے سے بندہ وجودِ حق کا مقرر ٹھہرا اور تعطل سے تبرا کیا کفر کی ایک بھاری صنف سے نجات پائی اور والہانہ بارگاہِ تعشق کو تقدسِ نورانیتِ ہویت کے مشاہدہ سے حظِ وافی دستیاب ہوا اور سر الاسرارِ حقیقتہ کی صواعقِ تجلیاتِ تنزہ میں فنائے تامہ سے مختص بمحویت ہوا قرب و بعد وصل و فرق بسط و قبض خیر و شر کے ملاحظہ تضاد سے گذرا اور یہ مقام منتہائے مراتبِ انسانیہ ہے اور ذاتِ حق وراء الوری ہے اور جو کہ شروع نماز میں اللہ اکبر کہنے سے مصلی نے اپنی عقل و معرفت کو ادراکِ کبریائے حق سے قاصر جانا تھا اس

علم کا تحقیق یہاں پر عیناً و حقاً ہے بحسب مراتبِ اربابِ حقائق و اہلِ معارف چونکہ یہاں پر سب کے سب اعتباراتِ وجوبی اور امکانی مفقود ہیں اور بحیثیتِ منشاءِ کمالاتِ مبطنہ مقتضیٰ اضافاتِ اسمائے و اتصافِ صفاتِ نامتناہیہ ہے عارف کو بافاضہ وجودِ تنزلاتِ حقائق کے مشاہدہ سے بحیاتِ عرفانِ زندہ فرمایا جاتا ہے اور بذکرِ اسم اللہ کہ باعتبارِ جامعیتِ اسمائے و صفاتِ کمالاتِ وجودِ مسمی سے خبر دیتا ہے ابطالِ سفسطہِ فلسفیہ جتلا یا جاتا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ذاتِ موجدہ کے لئے نہ کوئی اسم ہے نہ صفتِ ارادی پس اس ذاتِ اقدس کو اللہ کہنے کے سبب بندہ تشبہِ فلاسفہ سے مستخلص ہوا اور ان میں کے اندراج سے بریت پائے کفر کے مہاجال سے نکلا تشنہ کمانِ فیانی اشواق کا کام جانِ بعینِ الحیوانِ جمع الجوامع سیراب ہوا اور تترہِ مسمی تقدسِ اسم سے بانتزاعِ خلعتِ استقلالِ وجودِ کموناتِ لامع ہو اور مرکزِ دوائرِ الیہ المآب و الیہ المصیر و الیہ یرجع الامور اسی کو پایا محض ہویت کو بتجلیِ جامعیتِ متجلیِ اللہیتِ جانا علو و عظمت و کبریا و جبروت و جلال و دیگر صفاتِ کمال کا مرجع اسی کو پہچانا اور بس۔ اس لئے اس کا اتصافِ احدیت سے ہے جب اس کو احد کہا تو تشریکِ ثنویہ کے طریق سے فرار کیا اور اس کی درکِ ماہیت سے مقرر بجز ہو کر انانیت سے انکار کیا اور احدیتِ حق کے اعتقاد سے اپنے دل کو اطمینان دیا اس آیت کریمہ کے اقرار سے شرکِ عددی بیخ و بن سے گئے اور کنوزِ مخفیہ تو حید سے مطلع ہو کر اعتبارِ تجزی و تعدد کو ہاتھ سے پھینک مارا اب کہتا ہے:

اللَّهُ الصَّمَدُ۔ اللہ سبحانہ بے نیاز ہے اور سب اُسی کے دربارِ احسان کے نیاز مند ہیں اُس کو کسی کی پروا نہیں اور مخلوقات کے مایحتاج کا تہیہ اُسی کے قبضہٴ تصرف میں ہے اور خود کسی چیز کا محتاج نہیں ابقائے سلسلہٴ اکوان بصمدیت ایزدِ منان ہے اجزائے عالم سے کوئی شے غیر محتاج پائی نہیں جاتی اشیاء ایک دوسرے کی احتیاج سے استغنا نہیں رکھتی ہیں اور اہل عالم کے تسلسلِ احتیاج کا انقطاع اشیاء عالم میں ہے صورت پذیر نہیں، چاہئے کہ کہیں منتہی ہو اور یہ بھی ضرور ہے کہ جس پر یہ سلسلہٴ منتہی ہو وہ خود تقسیم پذیر نہ ہو ورنہ اس کے اجزا ایک دوسرے کے محتاج ہوں گے اور اُس میں تعدد نہ ہوتا کہ تمنع و تدافع لازم نہ آوے سو وہ فقط ایک ذات ہے کہ بالتصافِ احدیت و صمدیت متصف ہے پس اس کا خود محتاج نہ ہونا موجبِ انقطاعِ سلسلہٴ احتیاج ہے اور وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے ابتداء و انتہاء سے پاک ہے اور اس کی کُنہ میں کسی کی درک کی دسترس نہیں جب بندہ نے اس کو نقصِ احتیاج اور عیوبِ کمال سے منزہ و مقدس بیان کیا تو ان کافرانِ سفاہت کیش کے حلقہ سے باہر نکلا کہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے اظہارِ صنع کے لئے ہیولی کا محتاج ہے اور کہتے ہیں اس کے افعال ارادی نہیں ہیں اور سو اس کے مُدبر انِ ازلی کے اقوال کی تقلید سے چڑتا۔ اللہ الصَّمَد کہنے سے بندہ نے بخلاف مذہبِ مشبہ ذاتِ حق کو لوٹ تشبیہ سے مبرامانا اس کی عقل نے نورِ صداقت سے استنارت کی پھر کہتا ہے:

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ نَه اُس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس کو جناتنا سل و توالد



کو اس سے کچھ مناسبت نہیں کیونکہ اس سلسلہ کے لئے تجانس درکار ہے سو یہاں یہ ہرگز نہیں یہ عقیدہ باطلہ یعنی تجانس و تناسل کو حق سے منسوب کرنا ارذل الارذل اقوام کا مذہب ہے کہ بداہتِ عقلیہ کو بھی چھوڑ گئے چنانچہ یہود عزیر ابن اللہ اور نصاریٰ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ کہتے ہیں خواہ وہ کسی اعتقاد سے کہیں فقط ان کا یہ تلفظ ہی کفر محض ہے ولد و والد میں مثلیت و شباهت ہو کر تھی ہے ذات موجودہ اس سے پاک ہونی شرط ہے لَمْ يِدِدْ وَ لَمْ يُوَلِدْ کہنے سے بندہ کا نفس شرکتِ تعلیل سے پاک ہو اور اقوالِ اجلاف سے بیزاری ظاہر کی اور حمیتِ اسلام پر ثبات حاصل کیا پس کہتا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ اور اس کے لئے کوئی ہمتا و ہمسر نہیں ہے نہ ضد آنہ جنساً مجوس و مشرکین کے معتقدات سے اس کہنے پر بندہ نے اپنا تنفر ظاہر کیا اور جمیع اقسامِ شرک سے اپنے ظاہر و باطن کو پاک کیا چونکہ یہ سورتِ اخلاص دافعِ جمیع اطوارِ شرک و کفر ہے اس لئے اس سورت کی عظمت نہایت بڑھ کر ہے یہی سبب ہے کہ عامہ کو نماز میں پڑھنے کے لئے یہی سورت سکھائی جاتی ہے صحابہ سے بعض اپنی نمازوں میں اس کو پڑھتے اور اگر اور سورۃ بھی قرات کرتے تو اس کو بھی ضم کر لیتے جب حضرت نبوت ﷺ سے اس کے سبب کا استفسار ہوا تو گزارش کی کہ اس سورۃ سے مجھ کو محبت ہے حضرت ﷺ اس پر خوش ہوئے اور اس عمل کو پسند فرمایا بالجملہ جب مصلیٰ بحالتِ قیام کہ مشیر بہ طلبِ ثباتِ دوام

و استقامتِ مستدام ہے تلاوتِ کلامِ ملکِ العلام مشغول ہوتا ہے تو اس کا دل اس حال کا مشاہد ہوتا ہے کہ کلام کو صاحب کلام سے استماع کر رہا ہے یا اس کے کلام پاک کو اُس پر عرض کر رہا ہے اور اس کو متوجہ بحال خود پاتا ہے اور ملاحظہ احسان سے غافل نہیں ہوتا اور اپنے اس حال پر اس کی نگرانی علی الاختصاص کو بحکم الذی یرسک حیث تَقُوْمُ ۝ وَ تَقْلُبُکَ فِی السَّجِدِیْنَ ۝ جانتا ہے تو آخر صاحب کلام کے جلالِ قدوسیت کے سامنے اپنی ذات میں طاقت قیام نہیں پاتا اور یقین کرتا ہے کہ اس ذات اقدس کی بڑائی میری عقل و معرفت کے درک سے نہایت اعلیٰ ہے اس لئے بنا بر اظہارِ عجز و تواضع اور بشکرانہ اعزازِ قبول اللہ اکبر کہتا ہوا اپنے پروردگارِ رحیم کریم کی تعظیم کو جھکا چلا جاتا ہے اور اپنے امکانی انتقالات کے مشاہدہ سے استقلالِ عظمت و جوبی کا مشاہد ہوتا ہے اور نہایت تذلل و عجز سے اپنے رب کی پناہِ عظمت میں بٹکر ار اسنادِ ربوبیتِ مولیٰ بذاتِ خود ذکرِ عظمتِ ربانیہ سے مقام تواضع میں اطمینان پاتا ہے اور اس مطلب کو زبان سے بدین عبارت ادا کرتا ہے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پاک ہے میرا پروردگار مالک صاحبِ عظمت کہ اس کی بڑائی کی ہیبت نے مجھے دو تا کر دیا: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اس کی سبوحیت موجبِ عظمت ہے اور عظمت موجبِ سبوحیت۔ ایسے سبوحِ عظیم کی بارگاہِ جلال میں مجھ بندۂ افقر الفقراء کو یارائے گویائی کہاں و لیکن بحکم آنکہ میں بندہ اس کی ربوبیت کا

مر بوب ہوں محض اپنے فضل و احسان سے مجھے طریق تعظیم تلقین فرمایا چونکہ یہ تخصیص تلقین بطریق اختصاص ربوبیت علی العموم پر مستزاد ہے مصلی اپنی ممنونیت و عجز ادائے شکر اور فضل و احسان منان کی یاد پر اس عبارت متضمن تسبیح و تعظیم کو تکرار سے ادا کرتا ہے اور بمقابلہ عظمتِ غفار اپنے عجز و افتقار پر دھیان کر کے ہیبت اور شرم کے مارے مؤدبانہ پشتِ پا پر نظر رکھتا ہے پھر برعایت ادا متِ عجز و افتقار خود و قدامتِ عظمتِ پروردگار خود اپنی استقامت کے اشارہ پر سَبِّحَ اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَا کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنے دل کو بامید و آرزو رحمت تسلی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور قبول کیا اُس شخص کی عرض و آرزو کو جس نے اس کی حمد کی میں نے کسی بے خبر کی تسبیح و تعظیم نہیں کی بلکہ شنو ادا نابینا کی تجمید و تمجید کر رہا ہوں پھر یہ استماعِ تمجید اس سمیعِ علیم کو مجھی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر حامد کی حمد کو سنتا جانتا ہے اور قبول فرماتا ہے اب بحالت قومہ بارادۃ ادائے شکر عطیہ نعمتِ استقامت اس مقام کو بتحمید ہادی مطلق کہ بعد تسبیح نہایت مناسب مقام ہے مخصوص کرتا ہے اور باستغراق لذت حضور کہتا ہے:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اے ہمارے مالک تجھ ہی کو حمد ہے یہاں پر مصلی جمع کی ضمیر سے یہ مراد رکھتا ہے کہ میرا اور سارے جہان کا مالک وہی رب واحد ہے دیگر سب مر بوب مملوک پس مرجع حمد علی التمام و الکمال وہی احد الصمد ہے سو استحقاق عبادت و اعانت اس کے غیر کے لئے ممکن نہیں و العیاذ باللہ اگر بحالت

رکوع خیال غیر مرتفع نہ ہو تو گو کلام سچا کہے حقیقت میں خود جھوٹا ہے کہ غیر کو دل میں جگہ دینی اس کی عظمت پر ناظر ہے سو باوجودِ عظمتِ غیرِ عظمتِ الہی کا اس کے دل پر ثبوت نہ ہو اور اگر ہوتا تو عظمتِ حقی کے جلالِ قدس میں عظمتِ غیر کی کو دھیان میں نہ لاتا پس شائبہ نفاق سے خالی نہ ہو ازبان کچھ کہتی ہے دل کچھ ٹٹولتا ہے ویسا ہی بحالتِ قومہ خطورِ خطرہ واجب الار تفاع پر تشغلِ خاطر نشان دورنگی ہے اگرچہ بتقاضائے قیاس میدانِ غالب کو ہے مگر بارگاہِ عظمت و جلال میں شائبہ اشتراک تھوڑا سا بھی قابلِ قبول نہیں میرے پیارے مصلیٰ دل کا پاؤں سنبھال کہ نہ پھسلے ایسا نہ ہو کہ بوقتِ کشف الغطاء یا ظاہر کی نسبت باطن میلانکے اور تیرے کھوٹے مال کو صراف نہ خریدے یا تیرے زرِ قلب کی کسادت کو جہنم کی گٹھالی میں گلایا جاوے اے ہمارے مالک تو ہی اپنے فضل سے ہمیں طریقِ استقامت کی ہدایت فرماور نہ ہمارے دل ہاتھ سے اور ہاتھ دل سے چھوٹے چلے جاتے ہیں۔

جب مصلیٰ نے یہاں تک بکمالِ خلوص استجائے قلب میں سعی کی تو دل بتجلیاتِ انوارِ حقیقت روشن ہو اور بسبب اس روشنی کے قابلِ قبولِ عکوسِ حقائق ہو گیا اب بمشاہدہٗ ارجاعِ حمائدِ محمودِ حقیقی اپنے آپ سے بانسلاخِ محامدِ محو کبریائے الہی ہو کر باخفاضِ استہلاکِ اپنی نفی پر مشرف ہوتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہو اپنی ناک خاک پر رگڑتا ہے اور ماتھاز میں پردھرتا ہے اور اپنے ظاہر کو راجع باصل

کرتا ہے اور خاک فنا میں ملا چلا جاتا ہے اور اپنی روحانیت سر خفیہ اس کی اصل کو سپرد کرتا ہے اور وجودِ اعتباری کو علوِ مولیٰ کریم میں پست کر کے باضمحلالِ لوازم وجودِ مستعار، مشاہدہ ہی مشاہدہ رہ جاتا ہے بلکہ مشہودِ مقصود۔ اس غایتِ قرب میں بھی اس کی عبودیت باقرارِ ربوبیت اپنے مالک کے علو میں اپنا انتفاجتلاقی ہے کہ

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ پاک ہے میرا پروردگار بہت اونچا اور اس کی اونچائی از روئے مکان کے نہیں مکان کی خود اُسے احتیاج نہیں بلکہ سب بالا و پست کا خالق وہی ہے اُس کی اونچائی از روئے کمالِ ذات و صفات ہے کہ وہاں تک کسی کی فہم و درایت کی رسائی نہیں وہ مخلوقات کی دریافت سے بہت اونچا ہے علوِ حق مستلزمِ دنوِ عبدِ ضعیف ہے اور یہی دنو موجبِ استہلاکِ حادثیتِ محدثات۔ پس عینِ علمِ ازلیت و ابدیت واجبِ قدیم بمنزلہ روحانیتِ ساجد ہے اس کو پھر بمقتضائے حکمتِ ازلی بنا بر اتمامِ انعامِ احداث فرمایا جاتا ہے بوقتِ رفعِ راسِ بمعاینہِ انتقالِ حالِ مصلیٰ پر ثباتِ دوام و قیومیتِ ذاتِ موجدہ منکشف ہوتا ہے تو اپنے مالک کے علو و کبریاء کے ملاحظہ سے اللہ اکبر کہتا ہوا دستِ بزانوِ مودب بیٹھتا ہے اور بقاضائے احتیاجِ ذاتی دل میں مرآحِ شامشاہی کا امیدوار ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ مالکِ ارحم الراحمین نے محض فضل سے مجھ بے سر و سامان کو بمقامِ تقربِ خاصہ تمکن دیا اور باستسعادِ سجدہ موفق فرمایا تو مجھ پر یہ بھی فرض قرار پایا کہ اعزازِ تقرب کا شکر یہ بسجدہ ثانیہ ادا کروں پھر بتکرار تکبیر اپنے معبودِ بحق کو یاد کرتا ہوا منخفض ہوتا

چلا جاتا ہے مستقر فناء تامہ میں مثل سابق بتکرار تسبیح سر بسجود ابدیت و ازلیت مولیٰ کا مشاہد ہوتا ہے اس کو پھر مرتبہ فناء الفناء سے بقاء البقاء احیا فرمایا جاتا ہے تو باقرار اکبریت مالک مقام استقامت کو سنبھالتا ہے اور جلسہ بین السجدتین کی بقاء سے ازل اور ابد کے بیچ میں اپنا حدوثِ ناپائدار تصور کرتا ہے گویا اس کی پہلی رکعت کی استقامت کہ قبل از فنا و بقا تھی حکماً اکتسابی تھی اب دوسری رکعت کا قیام بمنزلہ استقامت بمواہبِ مُبْتَقٰی ہے اگرچہ صورۃً ادائے صلوٰۃ باقیہ مثل رکعتِ اولیٰ ہے مگر پایہ پبایہ بحالت معراجیہ رو بترقی ہے اور اس پر دمدم مکاشفات عجیبہ و معارف غریبہ منکشف ہوتے جاتے ہیں اور یہ معراجِ مصلیٰ انکاسِ معراجِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتِ الْاَبْدِیَّةِ وَ التَّحِیَّاتِ السَّرْمَدِیَّةِ سے ایک شعبہ ہے آنحضرت خیر البشر کو معراجِ روحانی و جسمی بطرزِ اصلیت نصیب ہوئی ہیں اور سائر مومنین کو حسبِ مراتبِ استعداداتِ متفاوتہ روحانی طور پر پبایہ ظلیت ہے اور افراد امت کے اکمال کو یہی بس ہے ان کی استعدادِ قابلیت اس سے زیادہ کی متحمل نہیں ہو سکتی احاد امت کے پایہٴ علو کا اقصیٰ الغایاتِ کمال معراجِ روحانی ہے جس کا محلی خاص بحالتِ صلوٰۃ مختص ہے جب مصلیٰ شفعہٴ صلوٰۃ کے طے مراتب پر حسبِ استعدادِ قابلہ موفق ہوتا ہے تو باکرام تجالسِ بجلّسِ فایزین بارگاہِ عزوجل مکرم و معزز فرمایا جاتا ہے گویا ندماءِ حضور کے زمرہ کرام میں بٹھایا جاتا ہے گو اس کا رتبہ کہیں پست تھا باوجود اس کی خدمت

پسندی کے صلہ میں اس کو گردن فرزان قرب کے دوش بدوش اجلاس کا حکم صادر ہوا تو یہ اپنی پست قدری کی شرمساری میں ملک المنان کے اکرام کا ممنون احسان ہو کر سر جھکائے دست بزانو مودب بیٹھ جاتا ہے شرم اور دہشت کے مارے ادھر ادھر التفات نہیں کرتا۔ بہمان حسن عقیدہ و صحت ارادہ و خلوص محبت و تلذذ انس و الفت وغلبہ اشتیاق و کمال استغراق اپنی توجہ اپنے مالک ہی کی طرف درست رکھتا ہے اور اپنی اس حالت معراجیہ کو لمعات معراج محمدیہ سے ایک لمحہ پاتا ہے اور تصدق نبویہ خیال کرتا ہے تو قاعداً تسلیم دربار ادا کرنے میں معراج نبویہ کی حالت کو بطرز اخبار اور اپنے التذذ ذوقیہ کو بطور انشاء ایک ہی عبارت میں گزارش حضور کرتا ہے اور کہتا ہے:

الَّتَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ عِبَادَاتِ لِسَانِيهِ وَبَدَنِيهِ وَقَلْبِيهِ  
 خیرات اموال طیبہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں مستحق اقسام عبادات معبود حقیقی کے سوا اور کوئی نہیں ہے دل میں اس پر ثبوت طلب کرتا ہے پھر اگر کبھی کسی کی مدحت و تبجیل میں ایسے کلمات یا افعال کو استعمال میں لاوے کہ مخصوص بحق ہیں تو اپنے قول پر واثق نہ رہے گا بے شک مقام قرب سے راند جانے کے قابل ہو گا شاید پھر اس کا ذب اپنے کلام کے مکذب بے اعتبار فرومایہ ناقدردان کو ایسے مقام قرب میں بیٹھنے سے روکا جاوے نعوذ باللہ من ذلک اب شاہنشاہی دربار کے ندیم اعظم عمدۃ الملک و المملکوت مدار المہام اہدوا بلاغ خان خانان رسالت و نبوت

کی طرف ملتفت ہوتا ہے بطرزیکہ توجہ شاہنشاہی سے بھی غافل نہیں ہوتا بلکہ اس التفاتِ سپاس گزاری کو ذریعہ خوشنودی ملک العلام سمجھتا ہے تو اپنے رہبرِ بحق مرشد مطلق کو متعظماً سلام عرض کرتا ہے اور اختصاصِ نوال مرآم شاہنشاہی سے متصف بیان میں لاتا ہے اس طرز کی سپاس گزاری میں توجہ خاص سے بھی نہ اکھڑا اور خدمتِ خادمانہ کو بھی ادا کیا بلکہ اپنے اقتدارِ جزئیہ کو بظلم حمایتِ جامع فضایل کلیہ بڑھانا چاہا تو کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ حَقِیْقَتِ نَبَوِیَّةِ مُسْتَحْضَرِهِ  
 خدمتِ فیضِ درجت میں مشاہدہ و مشافہہ معروض کرتا ہے: سلام ہے آپ پر اے  
 نبی سید الانبیاء اور اللہ کی رحمت اور خوبیاں اصالتاً مجلی رحمت و برکات فقط تیری  
 ذات پاک ہے ہم سب حُدامِ دربارِ اقتباسِ انوارِ قرب میں تیرے طفیلی ہیں اصل  
 اصولِ کمالِ کونیہ تو ہی ہے اور بس۔ گویا مصلیٰ کی روحانیت کو روحانیتِ نبویہ سے  
 ملاقات نصیب ہوئی اور ادب سے سلام عرض کیا۔ اب مصلیٰ نے بتشاہدِ تقدیم  
 وجودِ نبویہ اس کی مرآتِ صفائیں اپنی ذاتِ گم شدہ کو مقامِ فخرِ صف النعال خدام  
 بابِ عالیہ میں پایا تو اپنے آپ پر اور اپنے آگے کی صفوفِ صلحا پر سلام بولتا ہے  
 آپ خواہ صلحاء میں داخل ہے خواہ نہیں مگر ادب اپنے تاخر میں ہے اس لئے بنا بر  
 حفظ ادب امتیاز سے اس سلام کو بدیں عبارت ادا کرتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ سلام ہے ہم پر اور اللہ کے نیک



بندوں پر اپنے پر سلام کرنے میں ضمیر جمع کا لانا اس لئے ہے کہ اپنے متمثلین و متجانسین کو اپنے نفس سے مساوات پر رکھے یہ بھی ایک حقوقِ اسلامی سے ہے ہدیہ سلام سے من جملہ برادرانِ دینی کوئی بے بہرہ نہ رہے گویا مصلیٰ کہتا ہے کہ سلام ہے مجھ پر اور اُن پر کہ میری طرح بتلوٹِ معاصی متلوٹ ہیں لیکن بحض کرم کریم بتقریب سجد میری طرح موفق ہوئے ہیں یا مطلق ایمان سے نصیبہ رکھتے ہیں اس میں میرا ان سے تجانس ہے اور استحقاقِ سلام کو تحققِ بایمان شرط ہے اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام بدرجہ اولیٰ ہے کہ بعض حقیقت میں ہم کو اُن سے تجانس بھی ہے اور بسبب بعض فضائل زایدہ وہ ہم سے امتیاز بھی رکھتے ہیں عطف و اوی جمع و تشریکِ معطوفات کے لئے ہے اس میں تفسید ترتب نہیں تو نفس کو اعجاب نہ ہو کہ ہم موخر ہیں تو سلام میں تقدم رتبہ کیوں ہے ہاں تقدم رعایتی ضرور ہے کہ بندہ کو اپنی بھلائی میں استخدام مشروع و محبوب ہے چنانچہ ادعیہ مآثرات میں وارد ہے گو بعض نے اس میں بھی ایثار کو اولیٰ جانا ہے جب بندہ نے اپنا اجلاس اس بارگاہِ معلیٰ میں دیکھا جہاں پر فخر انبیاء و مشاہیر اولیاء بھی شرف حضور رکھتے ہیں اور اپنا الحاقِ زمرہ صلحا سے دیکھتا ہے تو دل میں شرماتا ہے کہ میں بدیں ناشائستگی کیا ہوں کہ مجھ میں اس منصب کی قابلیت ہو اور ڈرتا ہے ایسا نہ ہو کہ معاذ اللہ یہ فضل از قسم استدرج ہو اور انجام کار دھکیلا جاؤں اس لئے وسیلہ قبول دوام کا اپنے آپ میں تجربہ کرتا ہے کہ وہ پہلے سے بعطیہ شہنشاہ تشریفِ ایمانی جس میں سند حضور

در بار منقش ہے اس کے پاس موجود ہے جب تک اسے چیر نہ ڈالے اور نہایت میلا کچیلانہ کر دے بلا تجدید استیذان باوقات مقررہ در بار میں حاضر ہوتا رہا کرے اور ہر حاضری میں تشریف مُسنَد کو حضور اقدس میں پیش کر لیا کرے اس کا چر جانا ایمانیات کا انکار ہے اور میلا کچیلانا ہونا مصلیٰ کا تساہل و تغافل پس جب تک اس کی ذات سے تخلف ظہور میں نہ آوے گا یہ حضور در بار و اجلاس مجلس افتخار سے روکا نہ جائے گا بے شک بے کھٹکا حاضر ہوا کرے سنبھل رے مصلیٰ! کہیں بحالت سیہ مستی سراسیمہ گردی تیری خلعتِ فاخرہ میں پاریدگی تو نہیں آئی اور اگر ایسا ہوا بھی ہے تو بشرطِ خلوص صدق اس کی تجدید کا موقع ملا لایا ہے اور اگر خیر ہے تو اس پر سے گردِ تغافل کو جھاڑ اور پیش کر کہ پھر بھی تو استلذاذ حضور کا امیدوار رہے یہی تشریف مسندِ معلیٰ تیری وجاہت و اقتدار کا موجب ہے جس کے سبب تو خاصانِ در بار میں محسوب ہو اور تو اسی خلعتِ عظمیٰ کے وسیلہ سے طے مراحلِ ماسبق پر مستطیع ہو اور رتبہ تجالسِ صلحاء کو پہنچا اور اب وقتِ صفا ساز گار ہے کہ تجھے نوازشِ رضوان سے اور مشرف فرمایا جاوے دیکھ یہ وہ مقام آیا ہے جہاں تک پہنچنے کو تو نے بھاری قصد کیا گویا ساری نماز سے مقصود یہی مقام تھا بلکہ سب دینیات اسی مرکز کے دوائر ہیں اول اسلام و انجام مہام اسی مقام کے ثبوت کا نام ہے و تشریف مسند کہ بارادہ نمائش صفا مصلیٰ حضور میں پیش کرتا ہے یہ ہے کہ کہتا ہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ فِي شَهَادَاتِ

بھرتا ہوں یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں اور شہادت بھرتا ہوں یہ کہ بے شک محمد ﷺ اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں درحقیقت یہ کلام سچ میں نہایت پورا ہے لیکن بندہ کی مفید مطلب جب ہے کہ اسنادِ شہادت اپنی طرف کرے ورنہ صدہا باتیں اوروں کی طرف نسبت کر کے کہا کرتا ہے حال آنکہ ان باتوں کا التزام اس سے نہیں ہوا کرتا پس شہادتین میں جس درجہ کا بندہ کو ثبات ہو گا ضعف و قوتہ میں اس کا مرتبہ ایمان وہاں تک ہو گا اور اسی پر اس کے شجرہٴ اعمال کا ثمرہ مترتب ہو گا ایمان میں اگرچہ کثرت و قلت نہیں مگر ضعف و قوت ہے اگر بندہ اس کہنے میں متزلزل ہے تو اس سے کہا جاوے گا کہ یہ کلمتین حق ہیں مگر تو جھوٹا ہے اور منافقوں کے حق میں ایسا ہی کہا جاتا ہے جس وقت مصلیٰ کلمہ اشہد زبان پر لاتا ہے تو اپنے ظاہر و باطن کو خوب احتیاط سے سنبھالتا ہے بخوف آنکہ ادائے شہادت میں پھسل نہ جائے کیونکہ محکمہ حاکم صاحبِ بیعت میں بعض گواہ اگرچہ سچی گواہی دیں تو بھی تھر تھراتے ہوئے اظہار دیتے ہیں ان کی گواہی چنداں قابلِ اعتماد نہیں ہوتی کیونکہ ان کے حال سے جانا جاتا ہے کہ اس کا بیان کسی علت سے خالی نہیں سوا اس کے تھر تھرانے کے دو سبب ہوتے ہیں ایک یہ کہ اپنے آپ کو بائیں حقارت عالی اقتدار کی پیش گاہ میں دیکھتا ہے اور تجمل دربار کو نگاہ کرتا ہے تو ہیبت زدہ ہو کر دو دلا سا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اس بارگاہ سے بیگانہ خیال کرتا ہے جس سے یاس کی بو آتی ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو بوقتِ شہادت چاہئے کہ اپنی ذات سے اور اپنی ذات کے دیگر مضافات سے کہ ان میں سے بھاری مفصلاتِ علمیه ہیں اور ماوراء الحق آنکھیں نوٹ کر پپاسِ ادبِ عظمتِ احکم الحاکمین کو رعایت کرے اور تصورِ بیگانگی کو تیخ و بون سے اکھاڑے اور سچی گواہی سے نہ شرمائے اور دوسرا سبب اس کے تھر تھرانے کا یہ ہے کہ جس بات کی گواہی دیتا ہے اُس میں اس کا پایہِ یتیقن کمال کو نہیں پہنچاتا اور مشاہدہٴ معاملہ سے بے بہرہ ہوتا ہے فقط سنی سنائی بات کی گواہی دیتا ہے اس لئے ڈرتا ہے کہ مجھ سے اس معاملہ کے بعض خصائص کا سوال ہو اتورہ جاؤں حالانکہ میں سماعِ افواہ کو بمنزلہٴ مشاہدہ بیان کرنے لگا ہوں اس وقت میری قلبی کھل جاوے گی سو اس کا علاج یہ ہے کہ قبل از حضورِ دربار اپنے معاملہ مشہود علیہ کی حقیقت کا یقین پورا کر چکا ہو اور بمتانتِ یتیقن جان چکا ہو کہ یہ امر مشہود علیہ میری وثوقِ اعتقاد بالسمع والاستدلال کی جہت سے معاینہٴ صریح پر فوق کلی رکھتا ہے اور اس میں رتبہٴ یقین علم و عین دونوں کے درجہ سے بڑھ گیا ہے کیونکہ مخبرِ اصدق رسول برحق ﷺ سے بتواتر تمام اس امر اوضح الدلالت کی تنصیص مجھ کو موصول ہوئی ہے جس میں شائبہٴ شکوک کو دخل نہیں ممکن ہے کہ میرے محسوسات میں بوتوعِ خلل فرق ہو مگر صداقتِ نبوی میں مطلقاً خلل مظنون نہیں بائکہ بوضاحتِ دلائل امر مشہود علیہ رتبہٴ کمال بداہت میں ہے یہاں تک کہ باتباعِ علمِ عقلیہ قوائے حسیہ بھی اس امر میں متفق الشہادۃ ہیں اس لئے اس

شہادت کا بلا تردد ادا کرنا مجھ پر فرض ہے اس شہادت کا انحصار فقط سماعِ افواہیہ ہی میں نہیں بلکہ سماعِ افواہیہ لمعاتِ حقیقت سے ایک لمعہ ہے پس معائنہ سے بڑھ کر ہے اور اس کی سبب خصائص علی الاجمال ضمن اصل شہادت میں اندراج رکھتے ہیں بانکہ اس کی مفصلات کا علم بطریق مذکور مجھے موصول ہو چکا ہے سو ایسی صداقت میں تزلزل کیسا۔ جب مصلی باطمینان تمام کلمہ اَشْهَدُ کہہ چکا تو لفظ اَنْ کے بعد مضمون شہادت کا بیان دیتا ہے چنانچہ کہتا ہے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَ بِحَمْدِهِ اس کلمہ طیبہ میں تجلی جلال و جمالِ واحدیت بذاتہ کس عظمتِ وضاحت سے متجلی ہے لائے نافیہ سے فقط سلبِ صفتِ استحقاقِ الوہیت ذاتِ ماسوی اللہ مراد رکھنا اور تقدیر محذوف میں افعال عامہ سے کسی ایک پر اقتصار کرنا کہ تفہیم عوام کے لئے دلیل اقناعی قرار پائی ہے مصلی آشنائے بحر حقیقتہ کو متقی نہیں بلکہ اس کے مناسب حال یہی ہے کہ بحکم کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ [التقصص: ۸۸] لائے نافیہ سے بشہودِ استہلاک و انتفاء سلسلہ جمیع محذورات سب اعتبارات امکانیہ سے دست بردار ہووے انتفاء اعتبارِ وجودِ ذواتِ غیر اللہ خود ان کے وجودِ صفات کے انتفاء کا مستلزم ہے پھر اسی انتفاء کے ضمن میں اعتبارِ صفتِ الوہیتِ غیرِ بھی متقی ہے نفی الہ یا الوہیت سے نفی ممکناتِ بآسَرِہَا مراد لینے میں کوئی قائل استحالہ ہو تو جائے استغراب نہیں کہ اس کا مذاق وجدان اس علمِ مطلق و جہلِ بسیط سے چاشنی گیر نہیں ہو صاحبِ ذوق لفظ الا کے استثناء سے بالافراد اللہ سبحانہ کی ذات

مستننی پر وجودِ مطلق والوہیت کا اثبات کرتا ہے پس الہیت جامع جمیع اسماء و صفات و حقائق و شیونِ حقیہ ہے فقط مشاہدہ صفت العلم و التکوین متقاضی ثبوت کثرت فی الوحدۃ کا ہے کمالِ توحید اس میں ہے اور بس۔ چونکہ اکثر بندوں کے ہوائے نفسانی میں الوہیتِ باطلہ کا ارتسام ہے پہلے اسی بت کدہ کا توڑنا لازم ہے جب یہ انجبت الاصنام ٹوٹا تو اس کے لئے باقی سب ادنیٰ درجہ کے اوثان ہیں بلکہ اسی کے شعب وہ سب ٹوٹ گئے تمام آہہ باطلہ کے تعبد سے چھوٹا اب اس میں صلاحیت معرفت الہ واحد مستحق العبادت کی پوری ہوئی تو اللہ سبحانہ کے نام پر اثبات کیا سو مصلیٰ نفی کے وقت بشارتِ رفع شہادتِ صحمام لائے نافیہ کی ضربت سے اپنی ہستی کو معہ لوازم وجودِ مستعار کہ اس کے محسوسات و معقولات ما خلا اللہ ہیں دم کے دم میں خاکِ عدم میں ملادیتا ہے اس وقت اس پر تسلسل امکان کا ورق یک قلم لپٹتا جاتا ہے نہ یہ رہانہ اس کا اقتضاء رہا کیونکہ اقتضاء فرع وجود ہے اور یہ حقیقت وجود سے بے بہرہ مگر اقتضائے ایجاد موجد کو بقائے دوام ہے اسے آن کی آن میں تمثیلاً بمقتضای تحقق تجدد امثال موجود فرمایا جاتا ہے کہ انوارِ بے کیف از فیض تجلی برقی اس کو ایک حیات تازہ سے مستفیض فرماتے ہیں اور یہ بوضع شہادت اثبات ذات اللہ سبحانہ پر حصر تمام کرتا ہے اس مقام میں بندہ کو سوائے وجودِ مطلق و ہستی سازج اور کوئی کیفیت و ماہیت ملحوظ نہیں ہوتی اس نفی و اثبات کے رفع و وضع انتفاء و ابقاء کی عبارت و اشارت و بشارت کی لذت کو اسی کا مذاق پاتا ہے زہے دولت کہ اس

لذت کو بھولتا نہیں اور اگر چاہے کہ اس لذتِ ذوقیہ کو بیان میں لائے تو امکان نہیں رکھتا کیونکہ اس کے بیان کے جولان کو کسی عبارت و اشارت کا میدانِ مکتفی نہیں خود آور دیکھ اور بس جب بندہ بالتذاتِ توحیدِ حقانی متلذذ ہو تو تصور کرتا ہے کہ یہ طریق حصولِ نعمتِ عظمیٰ میں نے کس وسیلہ سے پایا سو یقیناً جانتا ہے کہ اس نعمت کے پانے کا وسیلہ حضرت خیر البشر سید المرسل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کہ ان کی معرفت اللہ تعالیٰ نے تربیتِ انسانی کے طُرُقِ تلقین فرمائے ہیں توحید ان سب میں اصل اصول ہے ساتھ ہی تصدیق و اقرارِ رسالتِ محمدی ﷺ لزوم رکھتا ہے بلکہ ایک جہت سے اس شق کو تقدیمِ تقدیری ہے کہ جب تک کوئی ان کی رسالت کو بحق نہ یقین کر لے گا ان کی اور تعلیم پر کب استواری کرے گا اور توحیدِ الہی تعلیمِ محمدیہ سے ہے لیکن رکنِ اولیٰ کو تقدمِ تعظیمی ہے اس لئے طالبِ ایمان پر لازم ہوا کہ اقرارِ توحید کے ساتھ ہی اقرارِ حقیقتِ رسالتِ محمدیہ کا کرے اور اگر اس سے منکر رہے تو اس کا اقرارِ توحید بھی معتبر نہیں پس اقرارِ توحید و رسالت باہم لازم و ملزوم ہیں ایمان و اسلام و اعمال کے مجموعہ کا نام دین ہے سوسارے دین کا مدار رسالتِ محمدی کے حق ماننے پر ہے اس لئے بندہ کہتا ہے:

وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اس شہادت میں بھی وثوقِ ثبات اسی

رتبہ کا شرط ہے کہ توحید میں مذکور ہوا اور یہ شہادت استقلالاً علیٰ انفرادہ موجب تحقیقِ ایمان ہے اور اقرارِ توحید حق کہ من جملہ تعلیمِ محمدی اہم و اولیٰ و اقدم

معتقدات ہے تبرکاً اس کی ابتداء میں مذکور ہوا اور لایق یہی تھا یہاں شہادتِ محمدیہ میں بندے افراط و تفریط سے رکے ہوئے ہیں آنحضرت ﷺ کے عبد کہنے میں اہل کتاب وغیرہ کفار پر رد ہے کہ وہ اپنے انبیاء و اکابر کو بصفۃ الوہیت و نسبت بنوت متصف کرتے ہیں اور رسول کہنے میں سب مخالفین اسلام کے طُرق سے بیزاری مطلوب ہے اتصافِ محمدی میں اطلاقِ عبدیت جمیع مفاخر سے بڑھ کر مقام فخر ہے نہایت مقبولیت کا رتبہ ہے اس کے دقاق کو عرفاء جانتے ہیں اور رسالت خود مرتبہ عالیہ ہے پھر رسالتِ محمدی کو بسبب بعض خصائص بینہ اور رُسل کی رسالت کی نسبت حکم شاہنشاہی ہے جب بندہ باستعدادِ ایمان داخل اسلام ہوا تھا تو اسی کلمہ طیبہ سے تصدیق و اقرارِ توحید الہی و حقیقتِ رسالت پناہی پر موفق ہوا تھا اب طیبی مراحلِ حضوری خاصہ پر مشرف ہوا تو اتمامِ مدارجِ قبول کا اعزاز اسی پر سر انجام پایا پھر بھی فتح البابِ قبول دوامِ اسی کی استقامت اور اسی کے ثبات پر منحصر ہے جس کے انجام کار کا کلام یہی کلمہ ہو گا وہ بلاشبہ بہشت میں داخل ہوا بعض کو مطلق نجات بلا قلق و وصولِ درجاتِ رضوانِ حق کے لئے یہی کلمہ کافی ہو گا اور ذنوبِ مانقہ سے ہرگز باز پرس نہ ہو گی اور اعمال سے مطلقاً پوچھے نہیں جائیں گے مکفرسیات اور بلا تعمیل باقیات منج جمیع خیرات و برکات ہو گا مثل حال اُس شخص کے کہ عمر بھر کفر و معاصی میں غرق رہا قبل از استحضار بدین تصدیق و اقرار بتوفیقِ غفار موفق ہوا اور اس کو لزومِ اعمال کی مہلت نہ ملی فقط اسی سے کامیابی حاصل کی



اور جو کہ اکابر دین ریاضاتِ شاقہ میں عمر بسر کرتے ہیں اسی پر ثبات حاصل کرنے کو مرنے سے پہلے مرتے ہیں اس وقت مصلیٰ نے بتوفیق موفّق حقیقی اس کلمہ پاک میں اپنے آپ کو صادق و ائق پایا تو دل میں شکر بجالایا بعد اتمام شفعہ اولیٰ اور رکعات بھی باقی ہیں تو کھڑا ہو کر الحمد پڑھتا ہے اور اگر یہی قعدہ اخیرہ ہے تو وقت خروج کو قریب پاتا ہے اپنے ہادی مشفق رحمۃ للعالمین کا جس کے تصدق سے یہ منصب پایا شکر یہ ادا کرتا ہے نزولِ رحمتِ الہی کا اُن پر ذکر لاتا ہے اور تعظیم واپسی کو کمال دیتا ہے اور بصدقِ تمام پڑھتا ہے:

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اے الہی صلوة یعنی درود رحمت خاص بھیج حضرت محمد ﷺ پر بقدر تقاضائے قابلیت ذاتِ محمدیہ اور آلِ محمد ﷺ پر بھی حسبِ استعدادِ ذواتِ آلِ محمد ﷺ۔

کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَّ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ جیسے تو نے صلوة بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر بروفق تقاضائے قابلیتِ خلیلیہ اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر اُن کی استعداد کے مطابق۔

اِنَّكَ حَبِيْدٌ مَّحِيْدٌ بے شک تو ہی ہے سر اہا گیا بزرگ جو کہ بعض ظاہر بین کو اس تشبیہ میں شبہ ہوتا ہے مشبہ و مشبہ بہ کو از روئے فضل سیاقِ عبارت میں علی العکس پاتے ہیں بضمن ترجمہ وہ رفع ہوا اگر کوئی کہے کہ محرر رسالہ نے تقدیر عبارت میں معنی کا مدار اپنی رائے پر رکھا ہے بلادلیل معتبر نہیں تو اس کو کہا جاتا

ہے کہ اس کی دلیل کتاب اللہ میں موجود ہے چنانچہ فرمایا ہے: أَحْسِنُ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ يِهَانُ بِرِحْسَانِ عَبْدِي بِقَدْرِ امْكَانِ عَبْدٍ مُرَادٍ هُوَ أَوْ احْسَانِ الْهَيْهَةِ شَيَانِ شَانِ بَارِكَاهِ قَدَسٍ عَمُومًا جَمَلَةً مُتَبَعِينَ بِحُكْمِ مَنْ سَلَكَ طَرِيقِي فَهُوَ آلى دَاخِلِ آلِ مُحَمَّدٍ هِيں خُصُوصًا اَهْلِ بَيْتِ نُبُوْتِ تَا مُنْتَهَايَ سُلْسَلَةِ بَنِي فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا۔ پھر مصلی کہتا ہے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَسِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اے الہی برکت بھیج اوپر محمد ﷺ اور آل محمد کے جیسا کہ تو نے برکت بھیجی اوپر ابراہیم اور آل ابراہیم کے تو یہی ہے سراہا گیا بزرگ جب درود نبویہ سے فارغ ہوا تو اب بوقتِ رخصتِ ثمرہ قبول کا امیدوار ہو کر کچھ دعا مانگتا ہے جس میں اس کا بہبود ہے مثلاً یہ سوال کرتا ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْ وَاَلِئْمُوْا مَنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو قیامت کے دن جب مصلی اس یا اور ایسی دعا سے مستفید ہو چکا تو دربارِ عالی سے رخصت ہوتا ہے دائیں طرف منہ پھیرتا ہے تو ادھر کے ملائکہ اور اہل جماعت کو سلام کرتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ سَلَامٌ هے تم پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت گویا پیشتر ان سے غائب تھا اب روبرو ہو اور ملاقات کا سلام معروف بجایا اسی طرح بائیں کو توجہ کرتا ہے تو اُدھر کے زمرہ پر سلام بولتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ بامدادِ الہی اب نماز سے فارغ ہو۔ جاننا چاہئے کہ تکرارِ ارکان و اذکارِ صلوة میں حکمت یہ ہے کہ عادتاً تذکرِ مبنائی دین پر بندہ کا محاورہ مضبوط ہو جاوے تو مقاصدِ وصولِ مراد علی الدوام اس کے دل میں مستحضر رہیں اس سے ایمان مستحکم ہوتا ہے پھر عمر بھر کے التزام پر تادم واپسیں ثبات مر جو ہے اور مطلوب یہی ہے اور بھی بار بار دیدارِ محبوب سے سیری نہیں ہو سکتی بلکہ ایک دفعہ جس اچھے لباس میں جلوہ گر دیکھا ہے پھر بھی اسی جلوہ کا شائق ہوتا ہے میلانِ قلبی خواہ نحوہ ادھر ہی لئے جاتا ہے لہذا از روئے رحمت قدیم اس پر نظارہ دو بارگی کا لزوم قرار پایا اور سبب یہ کہ ارکان و اذکارِ صلوة میں معارفِ اقصیٰ غایت کا اندراج بطرزِ کمال ہے ہر تکرار میں انہیں اذکار و ارکان سے بجلوہ جدید حقائق نمایاں ہوتے ہیں اور ہر تکرار میں سالک مرتبہ ما تقدم سے ارتقا کئے چلا جاتا ہے یہاں تک کہ منتہائے مفازِ مراتبِ انسانی اسی کے تحت اندماج رہتا ہے کوئی درجہ کمال انسانی ایسا نہیں کہ نماز میں اُس کی گنجائش نہ ہو بلکہ ہر درجہ بمشادہٴ عجز ادراکِ مشاہد لا احصى ثناء علیہ کا اقرار کرتا ہے چونکہ مدارجِ صلوة کا محلی اتم و مظہر اولیٰ احمدیت ہے خود وہ مرتبہ معلیٰ مقرر عجز ہے تو استعداد غیر کو تقاضائے استعلاء کہاں۔ بے شک ہر

استعداد استعداد احمدیہ کی طفیلی اور اسی اصل کی ظلیت ہے مصلی بعد تحلیل بہ تسلیم اللہ تعالیٰ کی توفیق خیر دی پر شکر کرتا ہے اور اپنے قصور پر کہ اثناء نماز میں ہوئے ہوں مستغفر ہوتا ہے اور اس نماز کے پھیر دیئے جانے اور نکبت عدم قبول سے اپنے مالک کے پاس پناہ پکڑتا ہے اور ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی التَّوْفِیْقِ وَاسْتَعْفِرُ اللّٰهَ مِنَ التَّقْصِیْرِ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الرَّدِّ  
پھر دعائے مشہور کہ مسنون ہے پڑھتا ہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ وَ اِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا  
بِالسَّلَامِ وَاَدْخَلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔  
اے الہی تو ہی ہے سلام اور تجھی سے ہے سلامتی اور تیری طرف رجوع  
ہے سلامتی اے ہمارے پروردگار ہم کو سلامتی سے زندہ رکھ اور بہشت میں  
داخل کر تو بابرکت اور صاحب علو ہے اے صاحب جلال و صاحب اکرام اس کے  
بعد اور جو وظائف مشروع ہیں بقدر ہمت پڑھتا ہے اور جس چیز کو عبادت الہی سمجھ  
کر پڑھتا یا کرتا ہے اس کے مطالب کو دل میں مستحضر رکھتا ہے اور صدق سے اُس  
میں کمال و ثوق کو ہاتھ سے نہیں دیتا پس اگر عبادت کی عبارت پر اس کا صدق اور  
اتقان نہ ہو گا تو اس کی عبادت واسطہ وبال و نکال ہے فَمَنْ اَظْلَمَ مِمَّنْ كَذَبَ عَلٰی  
اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ [الزمر: ۳۲] مصلی جب نماز وتر پڑھتا ہے تو بعد قرات

رکت ثالثہ دعائے قنوت پڑھتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُسَبِّحُ  
عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَ لَا نَكْفُرُكَ وَنُحَدِّثُكَ وَنَتَزَكَّى مِنْكَ وَنُحَدِّثُكَ وَنُحَدِّثُكَ وَنُحَدِّثُكَ  
وَ لَكَ نَصَلِيٌّ وَنَسْجُدُ وَ اِلَيْكَ نَسْعٰی وَنُحْفِدُ وَنَرْجُو اَرْحَمَتَكَ وَنُخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ  
عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ -

اے الہی ہم تجھ سے استعانت کرتے ہیں اور تجھ سے مغفرت مانگتے ہیں  
اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری خوب ثنا کرتے ہیں  
اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیرے ناسپاس نہیں ہوتے اور جو تیری نافرمانی کرے  
ہم اُس کو اپنے سے نکال دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اے الہی ہم تیری ہی بندگی  
کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری  
ہی طرف بھاگتے ہیں اور تیری خدمت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے  
ہیں اور ہم تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کفار کو ملنے والا ہے  
مصلی دعائے قنوت کو خوب تدریج و آہستگی سے پڑھتا ہے اور ہر ایک کلمہ پر اپنی  
صدقت کا ملاحظہ کرتا ہے اور نہایت شرماتا ہے کہ میں حضور میں اپنی معتبری جتلا  
رہا ہوں کہیں خلاف وقوع میں نہ آوے نَحْدِّثُكَ وَنَتَزَكَّى مِنْكَ وَنُحَدِّثُكَ وَنُحَدِّثُكَ  
بہت ہی بچا رہتا ہے کہ فجور مجھی سے ظہور پائے تو کہاں ٹھکانا کس کو نکالوں کس کو

چھوڑوں کیا کروں اس خوف کے مارے اپنے خلاف وعدگی سے ہر دم بچنے کا ساعی رھتا ہے اور اسی طرح دیگر کلمات میں شائبہ نفاق سے اجتناب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق کی رفاقت میں فائز بمقصود ہوتا ہے وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذٰلِكَ۔

### الْمُعَدَّةُ الْأَخِيرَةُ فِي اِتِّمَامِ السِّرِّ سَأَلَةَ عَلَيَّ الْأَجْمَالَ

اگر مصلی نماز کے لفظوں کے معنی نہیں جانتا تو شب و روز کی سعی سے سیکھ لے پس اگر سیکھنے کی پروانہ رکھے گا تو شاید اس کی نماز کی بھی پروانہ ہوگی ایسا ہرگز نہ کرے کہ حق سے بے پروائی سخت ناحق ہے اور حق کی ربوبیت متقاضی اطاعتِ عباد اور اقسام اطاعت سے اطاعتِ قلبی معتبر ہے اور عمل جو ارح اس کا مصدق باطن کی اطاعت بمنزلہ تصدیق ہے اور تعظیم بالجوارح بمنزلہ اقرار۔ تصدیق کو اقرار پر فضل کلی ہے بحالتِ معذوری سقوطِ اقرار مجوز ہے بخلاف تصدیق کہ مکلف کبھی عند اللہ اس سے معذور نہیں قبل از حصولِ مہارتِ فہم معانی اذکار بے علم مصلی کو لازم ہے کہ شروع نماز کے وقت بحالتِ توجہ یہ سمجھے کہ بالفعل میں سب جوانب سے کٹ کر حضورِ اقدس میں توجہ لایا ہوں اب وہ وقت ہے کہ میری اور میرے مالک کے درمیان آڑ نہیں حضورِ میٰ خاصہ میں حاضر ہوں بوقتِ تکبیر تحریمہ سوچے کہ میرے مالک کی بڑائی کے سامنے سب متعینات پست ہیں اور بوقتِ دعائے استفتاح خیال کرے کہ میں اپنے معبود کی ثناء کر رہا ہوں اُس طریق

پر کہ اس کے حبیب پاک نے کی ہے بوقتِ تعوذ اُس کی پناہ کے آسرے میں آوے اور تسمیہ سے شروعِ تجلی صفاتِ جمال و جلال یقین کرے اور جانے کہ اپنے مالک کی تلقین موافق اسی کے کلام پاک کے واسطے سے اپنا مدعا عرض حضور کرتا ہوں اور جو باتیں خدا نے کی ہیں اُن سے تکلم کرتا ہوں اور بہنگامِ انحاء قصدِ تعظیم مولیٰ معطیٰ دل پر جمائے اور تسبیح پڑھتا ہوا حضرتِ ربوبیت کی ذاتِ اقدس کو واجبِ التعظیم سمجھ کر اپنے عجزِ ادائے شکر پر ناظر ہووے اور بوقتِ تومہ تحمید خالقِ دل میں لائے اور بوقتِ سجدہ اپنا فنا اور ذاتِ مسجود کا بقاء دل کے نصب العین کرے اور بوقتِ تعدہ و تشہد اجلاسِ حضور تصور کر کے ادائے عبادت مامور بہا کا ارادہ رکھے اور بوقتِ شہادتین ثباتِ علی الایمان استوار کرے اور بحالتِ صلوة شکرِ یہ بانی ہدایت منقش قلب کرے اور بوقتِ تسلیم سلام ملائکہ و اہل جماعت کا ملاحظہ ہو۔ وَ التَّوْفِیْقُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی

بعد فراغِ نماز سب کو بہتر ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی دعا سے کہ اُن کو آنحضرت ﷺ نے سکھائی تھی اپنی بہبودِ طلبی کریں دعا یہ ہے:

اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

أَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔

چنانچہ یہ دعا سنن ترمذی کے باب جامع الدعوات میں منقول ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کی روایت کی تحسین کرتے ہیں:

وَ أَخِرُ دَعْوَانَا أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ هَذِهِ الرِّسَالَةَ  
مُؤَجَّبَةً النَّجَاةِ لِمَنْ وَلَّفَهَا وَبَعْدَتَهَا وَ لِقَارِئِهَا وَلَا تَجْعَلْهَا حُجَّةً عَلَيَّ أَخَذْنَا فَانْفَعْنَا  
بِهَا وَ سَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ  
عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

